ماہنامہ

قومی زبان

انجمن ترقی اردو کا ترجمان

سید الاحرار
مولانا حسرت موہانی
۱۸۷۵ ——— ۱۹۵۱

انجمن ترقی اردو پاکستان کا ماہوار ترجمان

قومی زبان

جلد ۳۰ شمارہ ۶

جون سنہ ۱۹۶۰ء

سالانہ قیمت
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

انجمن ترقی اردو پاکستان
بابائے اردو روڈ
کراچی

فہرست مضامین

شاہد احمد دہلوی	جناب اختر حسین صدر انجمن ترقی اردو	۳
زیر تعمیر اُردو کالج کے لئے عطیات	ادارہ	۴
بیادِ حسرت	حکیم محمد سعید دہلوی	۵
خطبہ صدارت	ممتاز حسن	۹
اقبال اور معاصر شعرا	محمد عبداللہ قریشی	۱۵
سب رس پر ایک نظر	سید جاوید اختر	۲۷
اردو ادب کے غیر ادبی مآخذ (مشاہیر کاکوروی)	تحسین سروری	۳۷
اختر شہنشاہی (اشاریہ)	عابد رضا بیدار	۴۵
غالب اور فقہ (۳)	محمد مصطفٰے (علی گڑھ)	۵۵
گرد و پیش	ادارہ	۶۷
نئے خزانے	ابو سلمان شاہجہانپوری	۶۷

شاہد احمد دہلوی

قومی زبان کا یہ شمارہ پریس جاچکا تھا کہ یہ اندوہ ناک اطلاع ملی کہ ۲۷ مئی کو رات کے بارہ بجے اُردو زبان کے صاحب طرز ادیب اور ماہنامہ ساقی کے مدیر جناب شاہد احمد دہلوی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا وفات کے وقت مرحوم کی عمر اکسٹھ سال کی تھی۔ انجمن کے صدر جناب اختر حسین صاحب نے جو تعزیتی پیغام جاری کیا ہے، وہ درج ذیل ہے "قومی زبان" کے آئندہ شمارے میں مرحوم کی یاد میں خصوصی مضامین شائع کئے جائیں گے۔

"شاہد احمد دہلوی مرحوم نے ایک صاحب طرز انشا پرداز، مدیر اور مترجم کی حیثیت سے اردو زبان کی جو خدمت انجام دی ہے، اسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ دہلی کی ٹکسالی زبان لکھنے پر انھیں جو قدرت حاصل تھی، وہ ان کی ایک ایسی خصوصیت تھی، جس میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ انھوں نے اپنے مشہور رسالے "ساقی" کے ذریعے اُردو زبان کی ترویج و اشاعت میں اہم حصہ لیا۔ یہ رسالہ دراصل ایک ادبی تحریک کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کے بہت سے ممتاز اُردو مصنفین اسی رسالے کے ذریعے منظر عام پر آئے۔

"شاہد احمد دہلوی، ادارہ مصنفین پاکستان کے بانیوں میں سے تھے۔ اس ادارے کے ذریعے انھوں نے ہمارے ملک کے ادیبوں کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ مرحوم کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اُسے پُر کرنا مشکل ہے۔ خدا سے دُعا ہے کہ وہ انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔"

زیرِ تعمیر اردو کالج کے لئے عطیات

اب تک زیرِ تعمیر اُردو کالج کے لئے مبلغ ایک لاکھ بتیس ہزار چھ سو دس روپے تراسی پیسے (۱٬۳۲٬۶۱۰٫۸۳ روپے) جمع ہو چکے ہیں۔ ذاتی طور پر عطیہ دینے والے اور رسائد کی فروخت سے رقم جمع کرانے حضرات اور اداروں کے نام مسلسل شائع کئے جا رہے ہیں۔ گزشتہ ایک ماہ میں جو عطیات موصول ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:-

ذاتی عطیات

جناب محمد علی خاں صاحب۔ وزیرِ تعلیمات حکومت مغربی پاکستان	مبلغ ایک ہزار روپے
جناب اسمٰعیل حاجی قاسم صاحب۔ ایجنٹ۔ حبیب انشورنس کمپنی کراچی	مبلغ تین سو گیارہ روپے
جناب ڈاکٹر انعام احسن صاحب۔ کراچی	مبلغ ایک سو روپے
ایک صاحب خیر۔ کراچی	مبلغ سولہ روپے

رسائد کی فروخت سے مندرجہ ذیل حضرات نے رقوم جمع کرائیں

جناب محمد بھائی صاحب بذریعہ جناب شمس لاکھا صاحب۔ ڈھاکہ	مبلغ پانچ ہزار روپے
جناب شیخ اکرام صاحب	مبلغ دو ہزار نو سو روپے
جناب محمد خلیل اللہ صاحب وائس پرنسپل اردو کالج۔ کراچی	مبلغ تین سو روپے
جناب محمود احمد خاں صاحب۔ لاہور	مبلغ تین سو روپے
جناب چودھری امانت اللہ صاحب ڈیرہ غازی خاں	مبلغ دو سو چھپن روپے
محترمہ نجمہ رفیق صاحبہ بنت محمد رفیق صاحب کراچی	مبلغ ستائیس روپے
جناب رحیم جان صاحب۔ کراچی	مبلغ بیس روپے
جناب محفوظ احمد صاحب۔ کراچی	مبلغ سولہ روپے
انجمن طلبۂ قدیم جامعہ عثمانیہ۔ کراچی	مبلغ سات سو دس روپے

آخری رقم انجمن طلبۂ قدیم جامعہ عثمانیہ کے سکریٹری جناب مرزا ظفر الحسن صاحب نے جمع کرائی ہے۔ ۲۰ مئی کو مذکورہ انجمن کی جانب سے "غالب کے اُڑیں گے پرزے" کے موضوع پر ایک ادبی تقریب منعقد ہوئی تھی اس تقریب میں انجمن کی رسائد فروخت کی گئیں۔ اردو کالج کے وائس پرنسپل جناب محمد خلیل اللہ صاحب نے رسائد کی فروخت کا انتظام کیا۔

حکیم محمد سعید دہلوی

بیادِ حسرت موہانی

کسی[1] ملک و ملت کے لئے سب سے بڑا المیہ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ماضی سے منقطع ہو جائے اور اس روشنی سے محروم ہو جائے کہ جو حال کی راہیں منوّر اور مستقبل کی شاہ راہیں روشن کرتی ہے۔ اور ان کی تاریکیوں کا پردہ چاک کرتی ہے جن میں ملت راہ نورد مقصد اور مقصد کی محبت سے محروم ہو کر گمراہیوں کے مختلف فتنوں کی نذر ہوئی رہتی ہے۔

زندہ قومیں بالفاظ دیگر ایسی قومیں جو اپنا مقصدِ حیات متعین کر لیتی ہیں ماضی اور حال کے رشتوں کو ہر قیمت پر جوڑے رکھتی ہیں اور ان رشتوں کے انقطاع کو ہرگز گوارا نہیں کرتیں۔ برصغیر کے دور غلامی میں متعین جن مسلم اکابر نے حفظ ناموس اسلام کے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں اور جن محبان اسلام نے برصغیر کی آزادی کے لئے عظیم قربانیاں دی ہیں اور ایک راہ عمل متعین کی ہے اگر ہم پاکستانیوں نے ان کو فراموش کر دیا تو اس کے معنی قطعی طور پر یہ ہیں کہ ہم خود کو ایک نور مسلسل سے محروم کر رہے ہیں۔ اور ضلالت و تاریکی ہمیں مرغوب ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آزادی کی فضا میں سانس لینے والا پاکستان اب اسے گوارا نہیں کر سکتا کہ وہ ان اکابر میں سے کسی ایک کو بھی فراموش کر دے جن کی قربانیوں کی بدولت آج وہ آزاد ہے۔ سربلند ہے۔ مضبوط ہے۔ اور سینہ سپر ہے۔

آج ہم یوم حسرت موہانی منا رہے ہیں تو درحقیقت اس گرد کو جھاڑ رہے ہیں جو بزرگان اسلام کے کردار، سیرت اور شخصیت پر ہم نے اپنی غفلت سے جما دی ہے اور ہم اپنے ماضی اور اپنے حال کے اس رشتے کو جوڑ رہے ہیں جو ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر اب تک ٹوٹا ہوا تھا۔ ہم اس تار کو جوڑ رہے ہیں۔ جس سے برق و نور ہم پر ضیا پاش ہو سکتا ہے۔

سید الاحرار مولانا حسرت موہانی رئیس المتغزلین تھے سیاسی رہنما تھے۔ بلبل حریت تھے یہ سب صحیح ہے اور اسے سب جانتے ہیں لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ پکے مسلمان تھے۔ اور ایک سچے مسلمان کی ان بنیادی خصوصیات اور صفات سے متصف تھے، جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا وصف تھیں۔ صدق مقال اور اکل حلال ان کے کردار کا نمایاں وصف رہا۔ ان کا ظاہر و باطن ایک تھا وہ صدق و صفا اور مہر و وفا کے پیکر تھے۔ کلمۂ حق کے اظہار و اعلان سے انھیں بڑی سے بڑی طاقت بھی نہ روک سکتی تھی۔ اس راہ میں انھیں نہ جان جوکھوں میں ڈالنے میں تامل ہوتا تھا

---

[1] ۱۳ مئی ۷۶ء کو کراچی میں یوم حسرت منایا گیا جس کی صدارت جناب حکیم محمد سعید دہلوی نے فرمائی۔ موصوف کا خطبۂ صدارت پیش کیا جا رہا ہے۔

اور نہ مالی قربانیاں دینے میں تردد ۔ غیرحق اور باطل سے مفاہمت ان کے لئے ممکن نہ تھی ۔ خواہ بڑی سے بڑی مصلحت ہی کیوں نہ اس کی متقاضی ہو ۔ سادگی مولانا حسرت موہانی کا طرّہ امتیاز تھی ۔ ظاہر و باطن کو یکسانیت اور دل و زبان کی مطابقت ان کا امتیازی وصف تھا ۔ انھوں نے ایسا دل پایا تھا ۔ جو حرص و ہوس سے دور مذہب و ملت کے درد سے رنجور اور محبت مولا اور عشق رسول میں چور تھا ۔

مولانا حسرت موہانی نے انگریز کے خلاف اس وقت آوازہ بلند کیا جب کہ ابھی نہ مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال جاری کیا تھا نہ علی برادران میدان صحافت و سیاست میں کودے تھے ۔ اور نہ مولانا ظفر علی خاں کی آواز سنائی دی تھی ۔ مولانا ابوالکلام نے ابھی آزاد صحافت کے خارزار میدان میں قدم نہیں رکھا تھا ۔ علی برادران اپنی اپنی ملازمتوں سے وابستہ تھے ۔ مولانا ظفر علی خاں بھی دار الترجمہ حیدر آباد سے منسلک تھے ۔ ڈاکٹر انصاری بیرون ملک خدما میں مصروف تھے ۔ لیکن مولانا حسرت برطانوی استعمار کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہے تھے ۔ ذہنی دیانت داری اور اپنے نصب العین پر ایمان ہی ایک صحافی کو ابن الوقت اور زمانہ ساز ہونے سے بچاتا ہے ۔ صحافی کے پاس ایک چھتری ہوتی ہے جو ضمیر کی آتش فشانی سے سماج کو محفوظ رکھتی ہے ۔ صحافی رائے عامہ کی روشن خیالی کا ہراول دستہ ہوتے ہیں ۔ ہم جانتے ہیں کہ حسرت موہانی ایک عظیم صحافی تھے ۔ اور انھوں نے ان اخلاقیات صحافت کو جنم دیا جو آج تک ہمارے لئے مشعل راہ ہیں ۔ مولانا پہلے مسلمان صحافی تھے جنھوں نے صحافت میں سامراج دشمنی کی روایت قائم کی میری رائے میں ایک صحافی کو قلم کا دھنی اور شجیع ہونا چاہیئے ۔ دیانت داری اس کی ڈھال اور راست بازی اس کے نیزے کی انی ہونی چاہیئے ۔ اسے ہر شریف کے ساتھ شرافت پیشہ عورتوں کے ساتھ شرمیلا اور منکسر بچوں کے لئے شفیق ہونا چاہیئے ۔ اور مکار دھوکے باز حقیقتوں سے لاپروا ۔

میرا خیال ہے کہ ابھی تک کوئی بڑا شاعر ایسا نہیں گزرا جو شاعر ہونے کے ساتھ دقیق النظر فلسفی نہ ہو ۔ اور نہ ایسا کوئی شاعر کبھی گزرا جس کا قلب اس کے صحیح مقام پر نہ ہو ۔ ایک عظیم شاعر کے سینے میں ایک آزاد اور حریت نواز کا سا دل ہوتا ہے ۔ غیر فانی آتش سے سلگتا ہوا ۔ سچے شاعر عظیم صداقتوں سے محبت کرتے ہیں اور انھیں محسوس کرتے ہیں ۔ بلا شبہ مولانا حسرت موہانی اردو کے ایک عظیم شاعر تھے ۔ وہ اردو شاعری کی آبرو تھے تغزل کی دنیا انھوں نے نئے سرے سے سجائی ورنہ یہ صنف سخن ختم ہوتی جا رہی تھی ۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ سچے شاعر جو چیز اپنے گیتوں سے سکھاتے ہیں بڑے مصائب سے خود سیکھتے ہیں اور اگر آپ اس میں کوئی حقیقت محسوس کرتے ہیں کہ جو شاعر ہمت و مردانگی پر نظمیں غزلیں کہتا ہے اس کو اپنی پوری زندگی کو بھی ہمت و جرات کی نظم میں ڈھالنا چاہیئے ۔ تو میں آپ سے کہوں گا کہ آپ حسرت کو اس آئینہ میں ضرور دیکھئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ مولانا کی سوانح حیات کو ان کی شاعری میں تلاش کرنا چاہیئے ۔ اس میں ان کے تمام معتقدات کا سراغ لگایا جا سکتا ہے ۔

میں نے مولانا حسرت موہانی کی جن خوبیوں اور خصوصیات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ بجائے خود مولانا کو قبائے دوام کا خلعت پہنانے کے لئے کافی نہیں لیکن ان کی جولانیٔ طبع اور جو کردار کا یہ عالم تھا کہ کچھ اور چاہیئے وسعت میرے بیان کے لئے - یہ وسعت مولانا کو میدان سیاست میں نظر آئی - مولانا نے سیاست کے خارزار میں دامن الجھایا - لیکن اس طرح نہیں کہ چند کانٹے چبھے ہوں اور انھوں نے پسپائی اختیار کر لی ہو - ان کی بلند حوصلگی کا تقاضا تھا کہ یہ کانٹے شمشیر و سنان بن جائیں - چنانچہ .... اردو کا یہ منفرد غزل گو شاعر مجاہدین حریت کی صف میں سب سے آگے نظر آنے لگا

مولانا حسرت موہانی کے سیاسی افکار و معتقدات سے ان کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے اختلاف کیا اور یہ حق اب بھی ہر کسی کو حاصل ہے - لیکن اصول موضوعہ کی طرح ایک چیز ہر دور میں مسلم رہی اور وہ یہ کہ جس پامردی دلیری بے باکی استقلال ایثار اور عزیمت کے ساتھ انھوں نے برطانوی سامراج سے ٹکر لی - وہ صرف ان ہی کا حصہ تھا - ان کے نکتہ چیں اور مخالف بھی ان کی سیرت اور کردار کا یہ پہلو دیکھ کر نہ صرف دنگ رہ گئے بلکہ ان کو خراج تحسین ادا کرنے اور سر نیاز خم کرنے پر مجبور ہو گئے -

مولانا حسرت موہانی کی سیاسی بصیرت کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ برصغیر کی پہلی شخصیت تھے - جنھوں نے پہلے انڈین نیشنل کانگریس اور پھر آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے یہ آواز بلند کی کہ یہ جماعتیں درجہ نوآبادیات کی جگہ آزادی کامل کو اپنا نصب العین بنائیں - اور بالآخر مسلم لیگ نے ۱۹۳۷ء لکھنؤ میں کامل آزادی ہی کو اپنی منزل قرار دیا -

خواتین و حضرات

حسرت موہانی میموریل سوسائٹی جس نے آج یوم حسرت موہانی کا اہتمام کیا مبارکباد کی مستحق ہے - کہ اس نے ہماری تحریک آزادی کے اس بطل جلیل کی خدمات اور زندگی سے نئی نسل کو روشناس کرانے کے لئے یہ کوشش کی - میں سوسائٹی کا ممنون ہوں کہ اس نے مجھے اس تقریب کی صدارت کا اعزاز بخشا - واقعہ یہ ہے کہ مولانا حسرت موہانی کے پیغام کی اشاعت میں شرکت باعث مسرت اور سبب سکون ہے اور مجھ جیسے بے بضاعت انسان کے لئے یہ بہت بڑی عزت ہے -

ضرورت ہے کہ مولانا کی یاد یوم حسرت تک محدود نہ رہے بلکہ ان کے کارناموں اور آزادی کی جنگ میں ان کے مثالی کردار کو واضح کرنے اور اس کی اشاعت کے لئے مستقل کام کیا جائے - اور اہل علم اس خدمت کو انجام دیں اور قومی جذبہ رکھنے والے نوجوان سوسائٹی سے تعاون کریں -

میں آپ سب حضرات و خواتین کا دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے میری آزادگزارشات سکون کے ساتھ سنیں شکریہ

○

سہ ماہی
اردو

اپریل سنہ ۶۷ء کے شمارے کے مندرجات :-

محسن کا ترجمہ مخزن نکات	مولانا امتیاز علی عرشی
اردو کی مستعارہ آوازیں	ڈاکٹر شوکت سبزواری
یورپ کی شاعری پر عربی شاعری کا اثر	مصنف :- رامون مینندیز پی دل مترجم :- ڈاکٹر ریاض الحسن
بادۂ کہن	شاہ حاتم
تعلیم اور فطرت انسانی	ڈاکٹر سلامت اللہ
تلامذۂ حشر (حکیم فرخ دہلوی)	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی
مصحفی کا ایک اور فارسی دیوان (بجواب دیوان نظیری)	پروفیسر سید احتشام حسین
ادبی نوادر	مرزا دبیر۔ مولانا الطاف حسین حالی۔ اکبر الہ آبادی۔ خواجہ حسن نظامی۔
سرسید کے چند غیر مطبوعہ خطوط	بنام اکبر الہ آبادی۔ مولوی سید ممتاز علی
اقبال کے چند غیر مطبوعہ خطوط	بنام مہاراجہ کشن پرشاد شاد
شبلی کی تاریخ رحلت اور اقبال	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار
کبیر کی شخصیت اور فن	ڈاکٹر جعفر حسن
نئی کتابیں	مرزا ادیب

مسلسل مضامین

ڈرامہ کند مالا	مصنف : دن نگا اچاریہ مترجم :- صمدانی نقوی
لغت کبیر اردو	ڈاکٹر مولوی عبدالحق
اشاریہ مضامین اردو	ادارہ

قیمت : فی پرچہ ساڑھے تین روپے۔ سالانہ : بارہ روپے
انجمن ترقی اردو۔ بابائے اردو روڈ۔ کراچی ۱

ممتاز حسن

خطبۂ صدارت

(سالانہ اجلاس حلقۂ ارباب ذوق راولپنڈی)

پاکستان میں پچھلے بیس سال کے عرصے میں اردو پر جو کچھ گزری ہے اس کے ملیے کو تو لکھنے والوں نے لکھا ہے ۔ لیکن ان اسباب پر کسی نے غور نہیں کیا ۔ جس کی وجہ سے اردو کو پاکستان میں وہ رتبہ نصیب نہیں ہو سکا جو ہمیشہ سے ہم سمجھتے آئے ہیں کہ اس کا حق تھا ۔ ثقافت کی بنیاد ایک بڑی حد تک لسانی ہے ۔ اور اردو اس برصغیر میں مسلمانوں کی ثقافت کی پیداوار ہے ۔ پاکستان کا مطالبہ ثقافت، معیشت اور سیاست کی بنیاد پر قائم ہوا ۔ اگر ان تینوں عناصر میں ثقافت غالباً سب سے اہم عنصر ہے اردو کا ہماری تحریک آزادی سے گہرا تعلق ہے ۔ سید احمد خاں مرحوم و مغفور نے جو ایک زمانہ تک ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی رہے ۔ ہندی اردو کے جھگڑے ہی کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا کہ انھیں اپنی ساری قوتوں اور صلاحیتوں کو مسلمان قوم کی خدمت کے لئے وقف کرنا ہے ۔ ان کے انتقال کے بعد بھی یہ ہندی اردو ہی کا جھگڑا تھا جس نے محسن الملک جیسے معتدل مزاج انسان کو انگریزی حکومت کے خلاف جدوجہد پر مجبور کیا ۔ جس کے وہ ہمیشہ سے وفادار چلے آتے تھے اور یہ وہی جدوجہد ہے جس کے نتیجے کے طور پر ڈھاکے میں ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد پڑی ۔ پاکستان بننے سے کچھ عرصہ پہلے اردو ہندی کا جھگڑا مہاتما گاندھی نے پھر سے اٹھایا جس کی وجہ سے مولوی عبدالحق مرحوم کو ان کے خلاف سیاسی بیانات دینے پڑے اور ہندو مسلمانوں کی باہمی تلخی اور کشیدگی اور بڑھ گئی ۔ انگریزی حکومت کے زمانے میں مسلمانوں نے جب کبھی بھی اپنے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کیا تو اس میں اردو کا ذکر کسی نہ کسی طرح ضرور آیا ۔ پھر اس کا کیا سبب ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اردو سارے پاکستان کی زبان نہ بن سکی ۔ مشرقی پاکستان میں بنگالی قومی زبان تسلیم کر لی گئی اور مغربی پاکستان میں اردو ۔ لیکن یہاں بھی اردو کے لئے اب تک وہ کام نہیں ہو سکا جس کی ایک قومی زبان کے لئے توقع کی جا سکتی ہے ۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے اس صورت حال کی تین وجوہ ہیں ۔

اول یہ کہ ہم لوگوں نے جو اردو کے حامی کہلاتے ہیں اس زبان سے سیاست کھیلنی چاہی اور اسے اپنی سیاسی اغراض کا آلۂ کار بنانا چاہا ۔ مشرقی پاکستان پر اردو کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی اور ایک حد تک اسی قسم کا رجحان مغربی پاکستان میں

بھی پایا گیا - اس کا ردِ عمل جو ہونا تھا وہی ہوا -

اردو کی حمایت میں ایک مستقل منفیت کا عنصر شامل رہا ہم لوگوں نے یہ کم کہا کہ "اردو کو ترقی دو اور آگے بڑھاؤ" مگر یہ زیادہ کہا کہ "مقامی زبانوں کو ختم کر دو اور انگریزی کا قلع قمع کر دو" میں نے اردو کے جلسوں میں یہ بات اپنے کانوں سے سنی ہے کہ "اس ملک میں ہر شخص کو، دوکاندار ہو یا کوئی اور، انگریزی میں سائن بورڈ لکھنے کی حکومت کی طرف سے ممانعت ہونی چاہیئے اور جو سائن بورڈ انگریزی میں موجود ہیں انھیں فی الفور گرا دینا چاہیئے -

تیسری اور آخری وجہ میری رائے میں یہ ہے کہ اردو کے ادارے وہ لوگوں نے خود چلائے ہوں یا انھیں حکومت نے اپنی توجہ سے قائم کیا ہو کچھ فعّال ثابت نہیں ہوئے - اگلے وقتوں کی سواریوں کی طرح ہولے ہولے چلتے رہے اور ہچکولے بھی لگتے رہے وہ چیز جسے شوق اور جنوں کی کیفیت کہتے ہیں کہیں دکھائی نہ دی یا تو ایک دوسرے پر الزام تراشے جاتے رہے.

"یہ بولے تو نہیں چلتا، وہ بولے تو نہیں چلتا"

اور یا یہ کہ اردو کی خدمت ہمارا حق ہے آپ کون ہوتے ہیں دخل دینے والے - اس میں کچھ شک نہیں کہ اردو کے بعض اداروں نے اچھا کام بھی کیا ہے مگر کس نے کیا کیا ہے کیا نہیں کیا یہ مجھ سے نہ پوچھیئے ؎

میں نے ہر اک کا کام دیکھا ہے
بے ادب شرطِ منہ نہ کھلوائیں

اردو کے غیر سرکاری اداروں میں جیسے کہ خود حلقہ اربابِ ذوق اور اسی قسم کی بیسیوں انجمنیں ان میں ایک حد تک کام کا شوق ضرور پایا جاتا ہے اور غالباً یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اردو زبان محض چند انسانوں کی انفرادی کوشش اور محبت ہی کی وجہ سے زندہ بھی ہے. مگر ہمارے لئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ہمارے ادارے سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، پرائیویٹ ہوں یا پبلک اردو کے لئے وہ کچھ کر پاتے ہیں جو اس زبان کے لئے کیا جانا چاہیئے یا نہیں -

اردو اداروں کے خلاف مقامی زبانوں کے کارکنوں میں ایک شوق اور ایک جذبہ نظر آتا ہے جو بلاشبہ تعریف کا مستحق ہے - مقامی زبانوں کے اداروں نے جو کام کیا ہے وہ بحیثیت مجموعی اردو کے اداروں کے مقابلے میں زیادہ بھی ہے اور وقیع بھی - رہی انگریزی تو اس کا وجود اب تک ناگزیر سمجھا گیا ہے اور ہے بھی اور اس کی تعلیم اور تدریس کے لئے نہ صرف ہمارے اپنے اسکولوں اور کالجوں میں سہولتیں مہیا ہیں - بلکہ ہماری امداد کے لئے برٹش کونسل کے ادارے بھی ملک میں جا بجا موجود ہیں اور کام کر رہے ہیں.

اگر اردو کی یہی حالت کچھ دیر رہی تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ اردو بنگالی اور پاکستان کی مختلف مقامی زبانوں سے پیچھے رہ جائے اور ممکن ہے کہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہم لوگ یہ بھول ہی جائیں کہ اردو بھی کسی زبان کا نام تھا -

اگر آپ چاہتے ہیں اور ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ اردو کی ترقی ہو اور یہ زبان جو ہماری تاریخ اور ثقافت کی سرمایہ دار ہے مٹنے نہ پائے تو ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے ۔

میں گزارش کروں گا کہ اول تو ہمیں ان تینوں اسباب کو دور کرنا چاہیئے ۔ سب سے پہلے ہمیں اردو کو سیاست سے الگ کر دینا چاہیئے یہ ایک ایسی زبان ہے جس میں خود زندہ رہنے اور آگے بڑھنے کی صلاحیت موجود ہے اور اب کہ یہ مغربی پاکستان کی سرکاری زبان قرار دی جا چکی ہے ۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ اسے سرکاری زبان بننے میں مدد دیں ۔ اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم منفیت کے جذبے کو دل سے نکال دیں ہمیں کسی اور زبان سے بغض و عناد کی ضرورت نہیں ۔ جہاں تک انگریزی کا تعلق ہے اس کے اردو پر بے شمار احسانات ہیں ۔ اردو زبان زیادہ تر انگریزی عملداری ہی میں پھلی پھولی ہے ، ۱۶۰۰ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہمارے ہاں تجارت کی اجازت ملی اور یہی زمانہ تقریباً اردو کے سب سے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ کا ہے انگریزی سے جو ادب ترجمے اور تصنیف کے ذریعے اردو میں منتقل ہوا وہ گراں بہا ہے ۔ آج انگریزی زبان دنیا کی سب سے بڑی زبان ہے تقریباً ہر جگہ بولی جاتی ہے ۔ موجودہ زمانے کی سائنس ، فلسفہ ، تاریخ انگریزی میں موجود ہے اور ترجموں کے ذریعے دنیا کی دوسری زبانوں کا ادب بھی ۔ ہم انگریزی سے تعلق توڑیں گے تو ہمیں کوئی اور ایسا ذریعہ تلاش کرنا پڑے گا جو ہمیں ان علوم و فنون کی روز افزوں ترقی سے باخبر رکھے ۔ ہم انگریزی کو چھوڑ کر کسی دوسری زبان کو فوراً نہیں اپنا سکتے ۔ ایک بنی بنائی عمارت کو ڈھا دینا آسان ہے مگر نئی عمارت بنانا آسان نہیں ۔ اگر ہم انگریزی کی مخالفت چھوڑ دیں تو اس سے نہ صرف اردو کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ۔ بلکہ اس کا فائدہ ہے ۔ یہ کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اردو کی ترویج میں کوشش نہ کریں اور اسے اسکولوں ، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم نہ بنائیں ۔ ہرگز نہیں ۔ بنائیں اور ضرور بنائیں مگر یہ کام ایک منظم منصوبے کے تحت ہونا چاہیئے ۔ محض جذباتی نعرہ بازی سے کام نہیں بنے گا ذریعہ تعلیم ہی کو لیجیئے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے بچوں کی ابتدائی مدارس میں اردو کے ذریعے تعلیم دیں اور انگریزی کی تعلیم بھی اردو ہی میں ہو ۔ اس کے بعد ثانوی مدارس اس کے بعد کالج اور اس کے بعد یونیورسٹیاں ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں جہاں ہم اردو کو ذریعہ بنانا چاہیں پہلے اردو میں صحیح اور موزوں قسم کی درسی کتب کی تصنیف و طباعت کا بندوبست کریں اور اساتذہ کا بھی ۔ استاد اور نصاب کے بغیر اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دینا اردو سے مذاق کرنا ہے ۔

رہیں مقامی زبانیں ان سے عناد رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور نہ ہونا ہی چاہیئے اردو کو تو ان زبانوں سے استفادہ کرنا ہے اور ان زبانوں کو اردو سے اگر مغربی پاکستان میں ایسے ایسے پتھر ، دھاتیں ، پھول پودے اور جانور موجود ہیں جن کے لئے اردو میں بنانے بنائے الفاظ نہیں ملتے تو ہمیں مقامی ناموں ہی کو اختیار کر لینا چاہیئے ۔ اس کے علاوہ اگر پشتو پنجابی سندھی ، سرائیکی اور بلوچی میں ایسے ایسے الفاظ اور ترکیبیں موجود ہیں ۔ جن میں سے ایک خاص مطلب سادہ طریق سے براہِ راست ادا ہو سکتا ہے اور اردو میں وہی بات پیچ دے کر کہنی پڑتی ہے تو ایسے الفاظ اور تراکیب کو مناسب تبدیلی کے ساتھ اپنا لینا چاہیئے ۔

مقامی زبانوں کا ادب خصوصاً شاعری اپنے اندر ایسی سادگی خلوص اور تاثیر رکھتی ہے جو اردو کو کم نصیب ہوئی ہے ہمیں چاہیئے کہ ان ذخیروں کو اردو میں منتقل کریں اور اردو کا بیش بہا ادب ان زبانوں میں منتقل ہوتا کہ ہر طریقے سے اردو اور مقامی زبانوں کا آپس میں ملاپ بڑھے اور وہ بیگانگی جو ان دونوں میں ایک حد تک پیدا ہو چکی ہے دور ہو۔ ادبی تراجم کے سلسلے میں ایک حد تک کام شروع ہو چکا ہے۔ مگر ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔

اب اردو اور بنگالی کے باہمی تعلق کو لیجئے اگر ہم اپنے دل میں یہ خیال بٹھالیں کہ یہ دونوں زبانیں ایک دوسرے سے اس قدر الگ ہیں کہ ان کا آپس میں ملاپ نہیں ہو سکتا ہے تو اس قدر ناانصافی نہ اردو سے کی جاسکتی ہے اور نہ بنگالی سے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ سندھی اور پنجابی کی طرح بنگالی بھی دو طرح کی ہے ایک وہ جسے مسلمان بولتے ہیں دوسری وہ جو خالص ہندوؤں کی بولی ہے۔ مجھے اس اختلاف کا احساس پہلے پہل آج سے تینتیس (۳۳) برس پہلے ہوا جب میرے ایک بنگالی ہندو دوست نے مجھ سے یہ شکایت کی کہ قاضی نذرالاسلام نے "ماتا" اور "پتا" کے الفاظ کی بجائے "ابا" اور "اماں" استعمال کرکے بنگالی زبان کو خراب کیا ہے۔ بہر حال یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ڈھاکے کی بنگالی روایت کلکتے کی روایت سے مختلف ہے۔

کچھ عرصہ ہوا انجمن ترقی اردو کراچی نے ایک فہرست ایسے الفاظ کی مرتب کرنی چاہی جو اردو اور بنگالی میں مشترک ہیں۔ چنانچہ تقریباً چار ہزار الفاظ پر مشتمل ایک فہرست انھوں نے چھاپ بھی دی ہے یہ فہرست مکمل نہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک اور فہرست بھی تیار کی جارہی ہے۔

مشرقی پاکستان میں آج بھی حالت یہ ہے کہ وہاں اردو کے سمجھنے والے مغربی پاکستان میں بنگالی سمجھنے والوں کی نسبت بدرجہا زیادہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ ہم مغربی پاکستانیوں کو چاہیئے کہ زیادہ بنگالی سیکھیں اس سے مشرقی پاکستان میں بھی اردو کی زندگی بڑھے گی۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور فلموں کے ذریعے سے اسی سلسلے میں مفید کام ہو رہا ہے۔ تھوڑے بہت ترجمے بھی بنگالی سے اردو اور اردو سے بنگالی میں ہو چکے ہیں۔ ان دونوں زبانوں کے ملاپ کا ایک اور ذریعہ مشاعرے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اردو کے مشاعروں کو مشرقی پاکستان میں فروغ دیں اور ان میں خاص طور پر ان شعراء کو دعوت دی جائے جو اپنے کلام کو ترنم کے ساتھ سناتے ہیں۔

اب اس کے بعد اردو کے اداروں کی بات آتی ہے۔ ان کے لئے دعا اور دوا دونوں ضروری ہیں مگر میں اس وقت حلقہ ارباب ذوق کے سوا کسی اور ادارے سے خطاب نہیں کروں گا۔ اس حلقے نے پاکستان میں اردو زبان اور ادب کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ بیس سال سے یہ ادارہ جہاں جہاں موجود ہے وہاں باقاعدگی سے ہفتے میں ایک مرتبہ جلسہ منعقد کر رہا ہے اور اس میں افسانے، ادبی مضامین اور نظمیں پڑھی جاتی ہیں۔ شاعرانہ افسانوی اور تنقیدی ادب کو اس ادارے کے ذریعے سے یقیناً فروغ ہوا ہے۔

بلکہ اس ادارے نے اس سے آگے بڑھ کر اردو کو علمی زبان بنانے میں بھی مدد دی ہے۔ لیکن ابھی بہت کام باقی ہے۔ میری رائے

میں وہ وقت آگیا ہے کہ حلقۂ اربابِ ذوق اب کوئی مستقل کام اپنے ہاتھ میں لے، ہر سال حلقے کی طرف سے بہترین اردو نظموں کا مجموعہ شائع ہوتا رہا ہے اور "نئی تحریریں" کے عنوان سے نظم و نثر کا انتخاب بھی۔ یہ بہت اچھی مثال تھی ایسا ہو سکتا ہے کہ حلقہ اپنی مختلف شاخوں کی مدد سے اردو میں "پیلگریو گولڈن ٹریژری" کی قسم کی تالیف مرتب کرے جس میں اردو شاعری کا بہترین سرمایہ دو اڑھائی سو صفحے کی کتاب میں یکجا کر دیا جائے۔ اسی طرح اردو کے بہترین افسانوں اور دوسرے ادب کا انتخاب بھی ہو جانا چاہیئے میں دیکھتا ہوں کہ آج کل کلاسیکی ادب سے بے پروائی کا ایک رجحان چل نکلا ہے میں سمجھتا ہوں اس کا تدارک ہونا چاہیئے ماضی کے جائزے کے بغیر حال اور مستقبل کی کامیابی ممکن نہیں ہے۔ یہاں بھی ہمیں منفیت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ بت شکنی اچھی چیز ہے لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو بت شکن کہتے ہیں وہ اکثر "بت بدل" سے زیادہ نہیں ہوتے۔ ایک بت توڑا تو اس کی جگہ ایک دوسرا بت بنا کر اس کی پرستش کرنے لگے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہمارے زمانے میں انسانوں کے بڑے بڑے گروہ جنھوں نے بزعمِ خویش خدا کی پرستش ترک کر دی ہوئی ہے، مرے ہوئے انسانوں کو پوجنے لگے ہیں۔ کہیں یہی حال ہمارے ادبی نونہالوں کا تو نہیں ہے۔ میں کیا کہوں گا وہ خود ہی سوچیں۔

ایک اور تجویز جو میں پیش کرنی چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کے لئے قاعدے اور پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی کتابیں تصنیف کی جائیں، اور یہ کام حلقہ اپنے ذمے لے۔ آج کل بچوں کے لئے جو کتابیں لکھی جا رہی ہیں ان میں سے اکثر بے کار ہیں، یہاں حلقے کی قیادت اور مدد دور رس اور مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے ان سب باتوں پر پیسہ خرچ ہوگا۔ اور حلقہ اصولاً کسی سے مالی امداد لینے کے حق میں نہیں ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر ہم اپنے اصول کو توڑنا نہیں چاہتے تو جتنا تھوڑا بہت پیسہ ہم آپس میں چندہ کر کے جمع کر سکتے ہیں اسی سے کام چلائیں۔ اس سلسلے میں میں حلقے کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے اپنی طرف سے ایک سو ایک (۱۰۱) روپیہ کی حقیر رقم پیش کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ پیسے کی ضرورت اتنی نہیں ہوگی جتنا کہ سمجھتے ہیں۔

آخر میں مجھے ایک بات کو دہرانا ہے جو پہلے کہہ چکا ہوں، اور وہ ہے اردو کو تحریک کے طور پر چلانا محض اربابِ ذوق کا کام نہیں اس کے لئے اربابِ شوق کی ضرورت ہے اور میں اپنے حلقے کے ہم کاروں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے ذوق کو شوق میں بدل دیں۔ اگر ہم لوگ چاہتے ہیں کہ یہ اردو زبان جس سے پاکستان کا مستقبل وابستہ ہے پھلے پھولے اور آگے بڑھے تو اس کی پرورش کے لئے محض ادبی خانقاہیں کافی نہیں اس کے لئے میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے۔ اگر حلقۂ اربابِ ذوق کا ہر رکن یہ سمجھ لے کہ اسے اردو کے تحفظ، بقا اور فروغ کے لئے کام کرنا ہے تو یہ ادارہ ہی اردو کو ایک تحریک کی طرح چلا سکتا ہے۔ یہ ادارہ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ادارے بھی اسی راستے پر چل نکلیں گے۔ یہ تحریک مختلف طریقوں سے چلائی جا سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ جب ہم ایک دوسرے کو نجی خطوط لکھیں تو اردو میں لکھنے کی کوشش کریں۔ ایک دوسرے سے گفتگو کریں تو حتی المقدور اردو میں کریں اور جب اردو میں کریں تو اس میں تا در امکان انگریزی کے لفظ نہ آنے دیں۔ انگریزی اردو کی کھچڑی نہ پکائیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ ادارہ حلقہ اربابِ ذوق تعلیم بالغاں میں شامل ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ کا پنڈی کا حلقہ ہی اٹھ کر ساری قوم کو تعلیم یافتہ بنا دے۔ میری

توقع صرف یہ ہے کہ شہر کے کسی ایک محلے میں آپ کچھ لوگ کام شروع کر دیں، تاکہ تعلیم بھی آگے بڑھے اور اردو کا بھی کام چلے آج ہمارے ملک میں ابتدائی تعلیم کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ خود ہمارے محترم صدرِ مملکت نے ایک مخصوص عرصہ اس کام کے لئے متعین کیا ہے کہ اس عرصے میں قوم کا ہر فرد بچہ، بوڑھا جوان تعلیم سے بہرہ ور ہو سکے، اس کام میں آپ ہاتھ بٹائیں گے تو اس سے بہتر اور کیا کام ہو سکتا ہے۔

انجمن کی مطبوعات

پاپولر انگریزی اردو ڈکشنری	از بابائے اُردو	۵-۵۰ روپے
وضع اصطلاحات	وحید الدین سلیم	۷-۰۰ "
داستان زبان اُردو	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵-۰۰ "
کیفیہ	پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی	۴-۵۰ "
سید احمد خاں، حالات و افکار	از بابائے اُردو	۴-۰۰ "
غالب، فکر و فن	ڈاکٹر شوکت سبزواری	۵-۰۰ "
تلخیص الاردو (رسالہ "اردو" کا انتخاب)		۵-۵۰ "
مقالات گارساں دتاسی حصہ اوّل	گارساں دتاسی	۱۰-۰۰ "
اُردو تھیٹر (تین جلدوں میں)	ڈاکٹر عبدالعلیم نامی - قیمت فی جلد	۷-۰۰ "
سعادت یار خاں رنگین (حالات و کلام)	ڈاکٹر صابر علی خاں	۵-۷۰ "
محمد حسین آزاد (جلد اوّل - حالات)	از ڈاکٹر اسلم فرخی	۸-۰۰ "
محمد حسین آزاد (جلد دوم) ادبی کارنامے	از ڈاکٹر اسلم فرخی	۱۵-۰۰ "
جلال لکھنوی (حالات و انتخاب کلام)	ڈاکٹر محمد حسن	۳-۰۰ "
سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب	۶-۵۰ "
سودا (حالات اور تبصرہ بر کلام)	شیخ چاند مرحوم	۷-۰۰ "
نیا ادب	پنڈت کشن پرشاد کول	۴-۵۰ "
آرٹ ان اردو پوئٹری (انگریزی)	شہاب الدین رحمت اللہ	۶-۷۰ "
فن شاعری (بوطیقا)	ارسطو مترجم پروفیسر عزیز احمد	۲-۵۰ "

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اُردو۔ بابائے اُردو روڈ۔ کراچی ۱

محمد عبداللہ قریشی

معاصر شعرا اقبال کی نظر میں

اقبال ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے وہ عالم انسانی کے مہر جہاں تاب، موجودہ دنیا کے عظیم ترین مفکر اور الہام نوا شاعر تھے۔ وہ ان شاعروں میں نہ تھے جو زندگی سے بس لطف اٹھاتے اور اس کے گیت گاتے ہیں، بلکہ وہ ان مسیحا نفسوں میں تھے جن کے دم سے زندگی کی مرجھائی ہوئی کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں ان کے حیات افروز پیغام نے دلوں کو گرمایا، روحوں کو تڑپایا، احساس کمتری کو مٹایا، حوصلوں میں ابھار پیدا کیا۔ خودی اور خودداری کے جذبے کو استقلال و استحکام بخشا اور دماغوں میں رفعت و بلندی پیدا کی۔ یہاں تک کہ قوم کی فطرت بدل گئی اور وہ باوقار زندگی کی سرحد پر جا کھڑی ہوئی۔ اقبال فرماتے تھے۔

> " شاعری میں لٹریچر بحیثیت لٹریچر کبھی میرا مطمع نظر نہیں رہا کہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں۔ مقصود صرف یہ ہے کہ حالات میں انقلاب پیدا ہو اور بس۔ اس بات کو مدِّ نظر رکھ کر جن خیالات کو مفید سمجھتا ہوں۔ ان کو ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا عجب کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں، اس واسطے کہ آرٹ (فن) غایت درجہ کی جانکاہی چاہتا ہے "
>
> (اقبال نامہ حصہ اول صفحہ ۱۰۸)

شاعری کیسی ہونی چاہیئے۔ اور کیسی نہ ہونی چاہیئے؟ اس سوال کو اقبال نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دو واقعے بیان کر کے اس طرح حل کیا ہے کہ ایک موقعہ پر حضور نے امرا القیس کے شعر سن کر فرمایا کہ وہ شاعروں کا سرتاج تو ہے، لیکن جہنم کے مرحلوں میں ان سب کا سپہ سالار بھی ہے۔ دوسرے موقع پر عنترہ کا ایک شعر سن کر اس سے ملنے کا شوق ظاہر فرمایا۔ امرا القیس کی شاعری میں شراب ارغوانی کے دور، حسن و عشق کی ہوشربا داستانوں اور جان گداز جذبوں۔ آندھیوں سے اڑی ہوئی پرانی بستیوں کے کھنڈروں کے مرثیوں، سنسان ریتلے ویرانوں کے دل ہلا دینے والے منظروں کی تصویریں نظر آتی ہیں، جو قوت ارادی کو جنبش میں لانے کی بجائے اپنے سامعین کے تخیل پر جادو کے ڈورے ڈال کر ان میں بجائے ہوشیاری کے بے خودی کی کیفیت پیدا کرتی ہیں۔ بخلاف اس کے عنترہ کا شعر ایک صحت بخش زندگی کی جیتی جاگتی، بولتی چالتی تصویر تھا۔ جس کا مطلب

یہ تھا کہ " میں نے بہت سی راتیں محنت و مشقت میں بسر کیں تاکہ میں اکل حلال کے قابل ہو سکوں۔ اس سے اقبال نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ :-

" ہر وہ استعداد جو مبدا فیّاض نے فطرت انسانی میں ودیعت کی ہے اور ہر وہ توانائی جو انسان کے دل و دماغ میں بخشی گئی ہے، ایک مقصد وحید اور غایت الغایات کے لئے وقف ہے یعنی قومی زندگی جو آفتاب بن کر چمکے، قوت سے لبریز ہو، جوش سے سرشار ہو ہر انسانی صنعت اس غایت آخریں کے تابع اور مطیع ہونی چاہئے۔ اور ہر شے کی قدر و قیمت کا معیار یہی ہونا چاہئے۔ کہ اس میں حیات بخشی کی قابلیت کس قدر ہے۔ تمام وہ باتیں جن کی وجہ سے ہم جاگتے جاگتے اونگھنے لگیں اور جو جیتی جاگتی حقیقتیں ہمارے گرد و پیش موجود ہیں (کہ انہی پر غلبہ پانے کا نام زندگی ہے) ان کی طرف سے آنکھوں پر پٹی باندھ لیں، انحطاط اور موت کا پیغام ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
غرض یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجدان حقیقی نے عنترہ کے شعر کی خوبیوں کا جو اعتراف کیا، اس نے اصل الاصول کی بنیاد ڈال دی کہ صنعت کے ہر کمال کی صحیح شان ارتقا کیا ہونی چاہئے۔"

شعر کے سلسلے میں اقبال کی پسند و ناپسند کا معیار یہی ہے۔ اس اصول کے ہاتھ آجانے کے بعد اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اقبال جیسے عظیم شاعر نے اپنے ہم عصر شاعروں میں کس کس کے متعلق کیا کچھ کہا۔ کن اوصاف کی بنا پر کیا رائے قائم کی۔ اور ان کی خوبیوں کے اعتراف میں کتنی عالی ظرفی کا ثبوت دیا۔

امیر مینائی

اقبال اگرچہ شاعری میں حضرت داغ دہلوی کے شاگرد تھے، تاہم وہ منشی امیر احمد امیر مینائی مرحوم اور ان کے کمال شاعری کے بھی بہت معترف تھے۔ ان کی تصانیف اور شعری تخلیقات میں دیوان "صنم خانۂ عشق" بہت مشہور ہے۔ اس کی نسبت اقبال نے یہ شعر کہا ہے ؎

عجیب شے ہے " صنم خانۂ امیر" اقبال
میں بت پرست ہوں رکھ دی وہیں جبیں میں نے

امیر مینائی کا انتقال ۱۴ر اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء کو حیدر آباد دکن میں ہوا۔ اقبال کا یہ شعر ان کے دلی جذبات کی ترجمانی کرتا ہے ؎

توڑ ڈالی موت نے غربت میں مینائے امیر
چشم محفل میں ہے اب تک کیف صہبائے امیر

اقبال نے قرآن مجید کی سورہ شعرا سے مرحوم کی تاریخ وفات بھی نکالی جو اب تک یادگار ہے۔

لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْن

۱۳۱۸ھ

اقبال کا ارادہ امیر مرحوم کی زندگی اور شاعری پر ایک مضمون انگریزی میں لکھنے کا بھی تھا۔ اسے وہ ولایت کے کسی پرچے میں چھپوا کر مشرق کے اس شاعر کی عظمتوں کا اعتراف مغرب والوں سے کرانا چاہتے تھے۔ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء کے ہفتہ وار اخبار "پنجۂ فولاد" میں جو منشی محمد الدین فوقؔ کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا تھا۔ اقبال کا ایک مراسلہ میری نظر سے گذرا ہے۔ جس کا خلاصہ متن یہ ہے :۔

"ماہ رواں کے کسی اخبار میں، میں نے پڑھا تھا کہ فن سخن کے استاد اور ملک نظم کے بادشاہ حضرت امیرؔ مینائی کی لائف ابھی تک نہیں لکھی گئی۔ راقم مضمون نے جناب امیر مرحوم کے اکثر تلامذہ اور بالخصوص حضرت جلیلؔ، ریاضؔ، مضطرؔ، کوثرؔ، عابدؔ اور ان کے خلف ارشد حضرت اخترؔ وغیرہ کو متوجہ کیا ہے کہ ایسا شاعر بے نظیر اور ان کی لائف اب تک نہ لکھی جائے..... حضرت امیرؔ کے کلام کا مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں کہ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ ان کا درجہ شاعری سے بہت بڑھا ہوا تھا۔ ان کے کلام میں ایک خاص قسم کا درد اور ایک قسم کی لے پائی جاتی ہے، جو صاحب دلوں کو بے چین کر دیتی ہے اور وہ کلیجہ پکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ آہ ایسے بے نظیر شخص کے حالات، جو اصل معنوں میں تلامیذ الرحمٰن کا مستحق ہو، ابھی تک گمنامی میں پڑے رہیں۔ اندھیر نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یہی شخص یورپ یا امریکہ میں ہوتا تو اس کی زندگی ہی میں اس کی کئی سوانح عمریاں نکل جاتیں..... میرا ایک عرصہ سے خیال تھا کہ حضرت امیرؔ کی زندگی کے جستہ جستہ واقعات قلمبند کروں مگر اب امیرؔ مرحوم کی لائف کے متعلق ایک تازہ مضمون دیکھ کر پھر امنگ آئی کہ جس طرح ہو میں اپنے کام کو پورا کروں اور بہت جلد..... امید ہے کہ حضرت امیرؔ کے نام لیوا اور ان کے تلامذہ مجھے امداد دے کر ممنون فرمائیں گے۔"

داغؔ دہلوی

فصیح الملک نواب میرزا داغؔ دہلوی غزل گو شعرا کے امام مانے جاتے تھے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں دہلی سے نکل کر رام پور پہنچے اور نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں کے دربار میں رہے۔ نواب کلب علی خاں کے انتقال کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ جہاں ۱۸۸۸ء میں میر محبوب علی خاں نے انھیں اپنا استاد مقرر کر لیا۔

وہیں ۱۴ ؍ فروری ۱۹۰۵ء کو ۷۴ برس کی عمر میں بعارضہ خانج انتقال کیا ۔ ان کے سینکڑوں شاگردوں میں بعضوں نے بڑا نام پایا ۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؔ کو بھی ان کی شاگردی پر بڑا ناز تھا ۔ بعض غزلوں کے مقطع میں کہتے ہیں ؎

نسیم و تشنہ ہی اقبالؔ کچھ نازاں نہیں اس پر
مجھے بھی فخر ہے شاگردیٔ داغؔ سخنداں کا

گرم ہم پر کبھی ہوتا ہے جو وہ بت اقبالؔ حضرت داغؔ کے اشعار سنا دیتے ہیں

جناب داغؔ کی اقبالؔ یہ ساری کرامت ہے
ترے جیسے کو کر ڈالا سخنداں بھی سخنور بھی

استاد کے انتقال پر " نواب میرزا داغؔ " یعنی شاعر کے نام ہی سے فی البدیہہ تاریخ بھی نکالی اور پھر وہ غیر فانی نظم کہی جو بانگ درا میں موجود ہے ۔ اس کا ایک ایک شعر تاثیر اور حقیقت نگاری کا لاجواب نمونہ ہے ۔ داغؔ کے کمالات کا اظہار اس سے بہتر شاید ہی کسی نے کیا ہو ؎

اُٹھیں گے آذر ہزاروں شعر کے بت خانے سے مے پلائیں گے نئے ساقی نئے پیمانے سے
لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت ہوں گی اے خواب جوانی تیری تعبیریں بہت
ہو بہو کھینچے گا حسن و عشق کی تصویر کون ؟
اٹھ گیا ناوک فگن مارے گا دل پر تیر کون ؟

ظہیرؔ دہلوی

راقم الدولہ سید ظہیر الدین حسین دہلوی شیخ ابراہیم ذوقؔ کے شاگرد اور داغؔ دہلوی کے خواجہ تاش تھے ۔ اسلامی تمدن اور اسلامی معاشرت کی روایات ان کے دم سے زندہ تھیں ۔ پرانی شاعری کی سب رونق ان کے کلام میں موجود تھی ۔ انھوں نے اپنی زندگی کے حالات میں کتاب " داستان غدر " لکھی ہے ۔ آخری عمر میں حیدر آباد دکن چلے گئے تھے ۔ وہیں ۱۹ ؍ مارچ ۱۹۱۱ء کو انتقال فرمایا ۔ داغؔ کے تمام شاگرد انھیں اپنے استاد کی طرح واجب التعظیم جانتے تھے ۔ ان کے انتقال کی خبر سن کر منشی وجاہت حسین وجاہتؔ جھنجھانوی مدیر اصلاح سخن ، مولوی ظفر علی خاں مدیر زمیندار ، میر جالبؔ دہلوی جائنٹ ایڈیٹر پیسہ اخبار ، منشی محمد الدین فوقؔ

طوافِ مرقدِ حالیؔ سزد ارباب معنی را
نوای او بجانہا افگند شورے کہ می دانم
بیا تا فقرِ شاہی در حضورِ او بہم سازیم
تو بر خاکش گہر افشاں و من برگِ گل افشانم

کسی دوسرے موقعہ پر یہ قطعہ بھی کہا ؎

آں لالۂ صحرا کہ خزاں دید و بیفسرد
سید دگر او را نمی از اشکِ سحر داد
حالی ز نواہائے جگر سوز نیاسود
تا لالۂ شبنم زدہ را داغِ جگر داد

جسٹس میاں شاہدین ہمایوں

عدالت عالیہ لاہور کے چیف جج سر میاں محمد شاہدین ہمایوںؔ مرحوم اردو کے نہایت اچھے شاعر اور اپنے عہد میں علم و فضل کے پیکر مانے جاتے تھے۔ ہمایوںؔ نے اپنے کلام میں اقبالؔ کا اور اقبالؔ نے اپنے اشعار میں جگہ جگہ ہمایوں کا ذکر کیا ہے اور علامہ فصیح تک کہہ دیا ہے۔ ایک غزل کا مقطع ملاحظہ ہو ؎

ترک کر دی تھی غزل خوانی مگر اقبالؔ نے
یہ غزل لکھی ہمایوںؔ کو سنانے کے لئے

بانگ درا میں ہمایوںؔ پر اقبالؔ کی نظم یقیناً ان کی بہترین نظموں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔ اس کے چند شعروں میں سبھی کچھ کہہ دیا گیا ہے ؎

اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی　　تیری چنگاری چراغِ انجمن افروز تھی
گرچہ تھا تیرا تنِ خاکی نزار و دردمند　　تھی ستارے کی طرح روشن تری طبعِ بلند
کس قدر بے باک دل اس ناتواں پیکر میں تھا　　شعلۂ گردوں نورد اک مشتِ خاکستر میں تھا
موت کی لیکن دلِ دانا کو کچھ پروا نہیں　　شب کی خاموشی میں جز ہنگامۂ فردا نہیں

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی

۲ر جولائی ۱۹۱۸ء کو ہمایوں کا انتقال ہوا تو اقبالؔ نے یہ شعر ان کے لوحِ مزار کے لئے تجویز کیا ؎

دوش برخاکِ ہمایوں بلبلے نالید وگفت
اندرین ویرانہ ماہم آشنائے داشتیم

مگر اس سے کوئی تاریخ برآمد نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے بعد میں اقبال نے دو قطعے کہے جو ہمایوں کی قبر پر کندہ ہیں۔ ان میں سے ایک قطعہ یہ ہے ؎

در گلستانِ دہر ہمایوں نکتہ سنج — آمد مثالِ شبنم وچوں بوئے گل رمید
می جست عندلیب خوش آہنگ سالِ فوت — علامہ فصیح زہر چار سو شنید

اس میں صنعت یہ ہے کہ "علامہ فصیح" کے اعداد (۳۳۴) کو چار گنا کرنے سے ۱۳۳۶ھ مطلوب تاریخ نکلتی ہے۔

اکبر الٰہ آبادی

لسان العصر حضرت اکبر الٰہ آبادی اپنی طرز کے بے مثال شاعر تھے۔ وہ اپنے عصر کے حالات سے متاثر اور ملک و ملت کی صلاح و فلاح اور ترقی و عروج کے خواہاں تھے۔ اپنے اشعار سے خوب کام لیتے تھے۔ ان کی شاعری مغربی تہذیب کے خلاف ایک زبردست احتجاج تھی۔ اقبال ان کو اپنا پیر و مرشد اور رہبر سمجھتے تھے۔ ایک دو مرتبہ ان سے ملنے الٰہ آباد بھی گئے تھے۔ خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ جس میں اقبال دل کھول کر کلام اکبر کی داد دیتے تھے۔ ۶ راکتوبر ۱۹۱۱ء کے ایک خط میں اقبال لکھتے ہیں :-

"میں آپ کو اسی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس نگاہ سے کوئی مرید اپنے پیر کو دیکھے اور وہی محبت و عقیدت اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے کہ مجھے آپ سے شرف نیاز حاصل ہو اور میں اپنا دل چیر کر آپ کے سامنے رکھ دوں۔ لاہور ایک بڑا شہر ہے لیکن میں اس ہجوم میں تنہا ہوں۔ ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں جس سے دل کھول کر اپنے جذبات کا اظہار کیا جا سکے ؎

طعنہ زن ہے ضبط اور لذت بڑی افشا میں ہے
ہے کوئی مشکل سی مشکل رازداں کے واسطے" (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۳۴-۳۵)

حضرت اکبر بھی اقبال کو اپنا صحیح جانشیں قرار دیتے تھے۔ وہ اپنے ۳ رمارچ ۱۹۱۳ء کے خط میں اقبال کو تحریر فرماتے ہیں :-

"میں نہ کمیٹی کا مشتاق ہوں نہ بڑے لوگوں کا۔ اب شکستہ حالی کیا، ہمیشہ دل کے لئے شکستہ حالی اچھی رہتی ہے۔ آب رواں۔ املی کا درخت۔ قمری کی آواز۔ جنگل کا سماں، مسجد کا صحن

مدیر کشمیری میگزین اور ڈاکٹر اقبال نے باہم مشورہ کر کے ایک ماتمی جلسہ ۲۳ اپریل ۱۹۱۱ء کو لاہور میں منعقد کیا، جس کی صدارت کرتے ہوئے اقبال نے فرمایا:۔

"میں گزشتہ سال حیدر آباد دکن گیا تو یہ ضروری بات تھی کہ میں وہاں کے اہل کمال سے بھی ملتا۔ چنانچہ حافظ جلیل حسن صاحب جلیل کے ہاں میری دعوت ہوئی۔ وہیں مولانا ظہیر بھی تشریف رکھتے تھے مولانا نے مجھ سے شعر پڑھنے کی فرمائش کی، مگر سنانے سے زیادہ مجھے یہ شوق تھا کہ مولانا کی زبان سے کوئی شعر سنوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا۔ حضرت جب تک میں پہلے آپ کی زبان سے شعر نہ سن لوں گا اپنا شعر ہرگز نہ سناؤں گا۔ مولانا نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور یہ شعر سنایا۔

وہ جھوٹا عشق ہے جس میں فغاں ہو
وہ کچی آگ ہے جس میں دھواں ہو

ایک آدھ شعر اور بھی سنایا تھا مگر وہ یاد نہیں رہا۔ مولانا ظہیر اس وقت بہت ضعیف و ناتواں تھے اور اونچا سنتے تھے۔ ان کی ہستی تبرک تھی۔"

خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی

خواجہ عزیز الدین عزیز پروفیسر فارسی کیننگ کالج لکھنؤ اقبال کے کشمیری ہموطن اور فارسی کے باکمال شاعر تھے۔ ان کی تصانیف میں مثنوی ید بیضا، قیصر نامہ، اورنگ حضوری اور ہفت بند عزیزی بہت مشہور ہیں۔ وہ ۱۹۱۴-۱۵ء میں فوت ہوگئے۔ ۱۹۳۱ء میں ان کے فرزند خواجہ وصی الدین ڈپٹی کلکٹر ریٹائرڈ نے کلیات عزیز طبع کرا کے اس کا ایک نسخہ حضرت علامہ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اقبال نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ۹ رجون ۱۹۳۱ء کو لکھا:۔

"خواجہ عزیز مرحوم فارسی ادبیات کے اس دور سے تعلق رکھتے ہیں، جس کی ابتدا شہنشاہ اکبر کے عہد سے ہوئی۔ افسوس وہ دور ہندوستان میں ان کی ذات پر ختم ہوا۔ ایرانی تخیل نظم کی شاہراہوں کو چھوڑ کر اب زیادہ تر نثر میں اپنے کمالات دکھا رہا ہے۔ شعرائے متاخرین میں قاآنی کا آوازہ بہت بلند ہوا اور اب تک بلند ہے، لیکن خواجہ عزیز مرحوم کے قصائد و مخمسات جو انھوں نے قاآنی کی زمینوں میں لکھے ہیں، وہ فارسی زبان کی موسیقیت اور خواجہ مرحوم کی اس زبان پر قدرت کا بین ثبوت ہیں۔ مثلاً

سحرگہاں بیاد حق زطائران فرق فرق غزل سرا بداں نسق کہ کودکان ہم سبق

شفیق لعل گوں وشق چناں کہ در افق شفق   شگفتہ گل ورق ورق بسمل ابر در عرق
ہر ورق طبق طبق گہر کند نثار ہا

غزل میں ان کی نظر بیشتر روحانی حقائق پر رہتی ہے اور ان حقائق کو وہ نہایت آسانی اور لطافت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ مثلاً

دو غنچہ ہست دو عالم زگلشن صنعش   یکی شگفتہ یکی ناشگفتہ است ہنوز
ز کوثر آں طرف است آنچہ می مقصد تو
عناں بجانب ناب از رہ سراب انداز

برآز پردہ واحوال حبیب و داماں بیں
تو مہوشی و تماشائیاں کتاں پوشند

رسول ملت منصور احوالم چہ می پرسی
رسید ستم بہ معراجے کہ نام دیگرش دار است

خواجہ عزیز کے اس شعر سے ایک اور ہندی شاعر کا شعر یاد آگیا جس کے لطف سے میں آپ کو محروم نہیں رکھنا چاہتا ہے

انا الحق گفتن منصور تا دیلے نمی خواہد
گدا گم می کند خود را چو دولت می کند پیدا

اسی طرح خواجہ مرحوم کے یہ شعر بھی حقائق سے لبریز ہیں ہے

ہنوز لوح و قلم بود در سواد عدم   کہ نقش مہر تو بر لوح دل نشست مرا
نشاط وصل تو محروم دار دم از وصل
کہ در کنار چو آئی ز خود کنارہ کنم

یہ فیض ظہوری اور نظیری کا نہیں بلکہ کلام الٰہی کا فیض ہے اور خواجہ مرحوم کو خود اس کا احساس تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں ہے

کے از ظہوری و ز نظیری رسد عزیز
فیضے کہ از کلام الٰہی بما رسید

(روزنامہ انقلاب لاہور ۱۹ اگست ۱۹۳۱ء)

شبلی و حالی

مولانا شبلی نعمانی اور خواجہ الطاف حسین حالی کے علمی، تاریخی اور شعری کارناموں سے کون پڑھا لکھا واقف نہیں۔ دونوں بزرگ ایک مہینہ اور بارہ دن کے وقفے سے آگے پیچھے۔ مسلمان قوم کو روتا پیٹتا چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مولانا شبلی ۱۸ نومبر کو اور مولانا حالی ۱۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو فوت ہوئے۔ اقبال نے ان دونوں بزرگوں کے انتقال پر ایک قطعہ لکھا، جو شبلی و حالی کے عنوان سے بانگ درا میں موجود ہے۔ اس میں اقبال نے مسلمان کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ تو باغ کے پرانے رازداروں سے مل کر پوچھا کہ تیرے باغ میں خزاں نے کیوں چھاؤنی چھائی ہے؟ مسلمان اقبال کی بات سن کر بے تاب ہو گیا اور غمگین ہو کر بولا کہ جب رازدار ہی نہ رہے تو پوچھا کس سے جائے؟

مسلم مرے کلام سے بے تاب ہو گیا — غماز ہو گئی غم پنہاں کی آہ سرد
کہنے لگا کہ دیکھ تو کیفیت خزاں — اوراق ہو گئے شجر زندگی کے زرد
خاموش ہو گئے چمنستاں کے رازدار — سرمایۂ گداز تھی جن کی نوائے درد
شبلی کو رو رہے تھے ابھی اہل گلستاں — حالی بھی ہو گیا سوئے فردوس رہ نورد

"اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں
بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد"

مولانا حالی سے اقبال کچھ زیادہ ہی متاثر تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا کے کلام میں جو خلوص، درد اور سوز و گداز پایا جاتا تھا۔ وہ اقبال کے مزاج کے عین مطابق تھا۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر جب اقبال نے اپنی نظم "تصویر درد" پڑھ کر سنائی تو مولانا حالی نے ایک شعر پسند کر کے انجمن کو دس روپیہ کا نوٹ عطا فرمایا۔ اور اس طرح شاعر کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن جب مولانا حالی کے نظم پڑھنے کی باری آئی تو ضعف پیری کے سبب ان کی نحیف آواز سامعین تک نہ پہنچ سکی۔ اس مشکل کو اقبال نے حل کیا۔ وہ خدائے سخن مولانا حالی کی نظم سنانے کھڑے ہوئے تو پہلے یہ رباعی فی البدیہہ کہی پھر مولانا کی نظم سنائی ؎

مشہور زمانے میں ہے نام حالی — معمور مئے حق سے ہے جام حالی
میں کشور شعر کا نبی ہوں گویا — نازل ہے مرے لب پہ کلام حالی

۱۹۳۵ء میں مولانا حالی کے صد سالہ یوم پیدائش کی تقریبات میں شریک ہو کے اقبال نے نواب صاحب بھوپال کو مخاطب کر کے مولانا کو اس طرح خراج عقیدت ادا کیا۔

بہت زیادہ دلکش ہے، نصیب نہیں ہوتا۔ ہاں آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں ؎

امانت عشق کی بعد اپنے کیا جانیں ملے کس کو
نہیں معلوم جائے کس کے سر یہ درد سر اپنا

مدت کا پرانا شعر ہے۔ دیکھا کہ وہ بار غم جو میرے دل پر مستولی تھا۔ آپ نے اٹھا لیا۔ وہی سمجھ اور بصیرت تھی جس نے آپ کے قلم سے قوم فروشی کی طعن نثر شوا دی۔ یوں تو ہر شخص کے خیالات علیحدہ ہوتے ہیں اور آپ ماشاءاللہ ابھی کم عمر ہیں۔ آپ کو بہت کچھ کرنا ہے۔ سوسائٹی اچھی ہو یا بری خواہ مخواہ اس کا ممبر ہو کر حتی الوسع زندگی کو شیریں کرنا ہے۔ میں سیر ہو چکا ہوں۔ صورت و معنی میں ہر طرف تبدیلی پاتا ہوں۔ کہیں صورت باقی ہے تو معنی ندارد۔ کہیں کچھ ناصاف معنی ہیں تو صورت مکروہ۔ نہایت کم ہے کہ صورت و معنی کا وہی بنوی سانچہ ہو۔ یقیناً زمانہ بدلتا رہتا ہے ساز ما نسازد صحیح ہے لیکن بے ضرورت با زمانہ بساز کیوں؟ کم از کم یہ کہ مجھ میں یہ قابلیت نہ رہی کہ سوسائٹی میں خوش رہ سکوں۔ میرے اشارات بڑی تفصیل چاہتے ہیں۔ آپ کبھی ملیں تو یقیناً بڑی روحانی مسرت ہوگی لیکن آپ کو بہت سی باتوں پر توجہ ہو جائے گی ...... خیر جو کچھ ہوا اب آپ کے سپرد چارج ہے۔ ہم تو آپ کی ملاقات کی مسرت مول لینے پر مستعد ہیں۔ آپ کا مصرع

در گرہ ہنگامہ داری چو سپند "

ہم کو ہمیشہ یاد رہتا ہے۔"

اس روحانی تربیت سے فائدہ اٹھا کر ۱۹۱۴ء میں اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے انیسویں سالانہ اجلاس میں حضرت اکبر کے رنگ میں چند ظریفانہ قطعات پڑھے جو "اکبری اقبال" کے نام سے شائع ہوئے۔ ان میں سے چند 'بانگ درا' میں بھی شامل ہیں۔ بعض اہل زبان نے حسب عادت ان پر اعتراضات کئے اور اقبال کو برا بھلا کہا۔ اس سلسلے میں اقبال نے ۱۶ر جولائی ۱۹۱۴ء کے خط میں حضرت اکبر کو لکھا:-

"حضرت! میں آپ کو اپنا پیر و مرشد تصور کرتا ہوں۔ اگر کوئی شخص میری مذمت کرے، جس کا مقصد آپ کی مدح سرائی ہو۔ مجھے اس کا مطلق رنج نہیں بلکہ خوشی ہے۔ جب آپ سے ملاقات اور خط و کتابت نہ تھی۔ اس وقت بھی میری ارادت اور عقیدت ایسی ہی تھی جیسی اب ہے اور انشاءاللہ جب تک میں زندہ ہوں ایسی ہی رہے گی۔ اگر ساری دنیا متفق اللسان ہو کر یہ کہے کہ اقبال پوچ گو ہے تو مجھے اس کا مطلق اثر نہ ہوگا۔ کیونکہ شاعری سے میرا مقصد بقول آپ کے حصول دولت و جاہ نہیں محض اظہار صداقت ہے۔

عام لوگ شاعرانہ انداز سے بے خبر ہوتے ہیں ۔ ان کو کیا معلوم کہ کسی شخص کو داد دینے کا بہترین طریق یہ ہے کہ اگر داد دینے والا شاعر ہو، تو جس کو داد دینا مقصود ہو، اس کے رنگ میں شعر کہے یا بہ الفاظ دیگر اس کا تتبع کر کے اس کی فوقیت کا اعتراف کرے ۔ میں نے بھی اسی خیال سے چند اشعار آپ کے رنگ میں لکھے تھے مگر عوام کی جہالت و بدمذاقی نے اس کا مفہوم کچھ اور سمجھ لیا اور میرے اس فعل سے عجیب و غریب نتائج پیدا کر لئے سوا اس کے اور کیا کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھ عطا کرے ۔"

اسی خط میں اقبال نے حضرت اکبر کے ان اشعار کی داد بھی دی ہے ؎

یار کا حسن سب پہ فائق ہے واقعی دیکھنے کے لائق ہے
ان مصائب سے کام لے اکبر غم بڑا مدرک حقائق ہے

اور لکھا ہے کہ " زندگی کا سارا فلسفہ اس ذرا سے (آخری) مصرع میں مخفی ہے ۔"

(اقبال نامہ حصہ دوم ص ۴۰ - ۴۱)

۱۷ دسمبر ۱۹۱۴ء کے خط میں اقبال لکھتے ہیں :-

" کل خط لکھ چکا ہوں مگر آپ کے اس شعر کی داد دینا بھول گیا ؎

جہاں ہستی ہوئی محدود لاکھوں پیچ پڑتے ہیں
عقیدے، عقل عنصر سب کے سب آپس میں لڑتے ہیں

سبحان اللہ کس قدر باریک اور گہرا شعر ہے ۔ ہیگل جس کو جرمنی والے افلاطون سے بڑا فلسفی تصور کرتے ہیں اور تخیل کے اعتبار سے حقیقت میں ہے بھی افلاطون سے بڑا، اس کا مقام فلسفہ اسی اصول پر مبنی ہے ۔ آپ نے ہیگل کے سمندر کو ایک قطرہ میں بند کر دیا ۔ یا یوں کہئے کہ ہیگل کا سمندر اس قطرے کی تفسیر ہے ۔

ہیگل لکھتا ہے کہ اصول تناقض، ہستی محدود کی زندگی کا راز ہے اور ہستی مطلق کی زندگی میں تمام قسم کے تناقض، جو ہستی محدود کا خاصہ ہیں ۔ گداختہ ہو کر آپس میں گھل مل جاتے ہیں ۔

کیمرج کی تاریخ ہندوستان کے لئے جو مضمون اردو لٹریچر پر مجھے لکھنا ہے ۔ اس میں اس شعر کا ضرور ذکر کروں گا ۔ اسی رنگ کے فلسفیانہ اشعار اور بھی لکھئے کہ خود بھی لذت اٹھاؤں اور اوروں کو بھی اس لذت میں شریک کروں ۔" (اقبال نامہ حصہ دوم ص ۴۲ - ۴۳)

ایک دفعہ حضرت اکبر نے لنگڑا آم تحفۃً بھیجا تو اقبال نے شکریے میں یہ شعر لکھا ... ؎

اثر یہ تیرے اعجاز مسیحائی کا ہے اکبر
الہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک پہنچا

ستمبر ۱۹۲۱ء میں حضرت اکبر کا انتقال ہوا تو اقبال نے اپنے ۱۶ ستمبر کے خط میں مولانا گرامی کو لکھا :-

"اکبر مرحوم بے نظیر آدمی تھے۔ وہ اپنے رنگ کے پہلے اور آخری شاعر تھے۔ مگر شاعری کو چھوڑ کر ان کا پایہ روحانیات میں کم بلند نہ تھا۔ اس بات کی خبر شاید ان کے عزیزوں کو بھی نہ تھی، پہلے کئی سالوں سے ان کے وقت کا بیشتر حصہ قرآن پڑھنے میں گزرتا تھا اور ان کی زندگی رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے ایک تڑپ تھی۔ مگر گزشتہ دو سال سے تو وہ موت کے بہت متمنی تھے۔ کوئی خط ایسا مشکل سے ہوگا جس میں انھوں نے اس خواہش کا اظہار نہ کیا ہو۔

ایک انگریزی مصنف لکھتا ہے کہ جوں جوں ہماری عمر بڑھتی ہے، زندگی سے محبت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ طویل العمری سے عروس حیات سے ہمارا اختلاط بڑھتا رہتا ہے اور اختلاط کا نتیجہ انس ہے۔

بہر حال وجہ کچھ بھی ہو۔ میں نے تو یہ کلیۃً صوفی اکبر مرحوم کی صورت میں صحیح نہ پایا۔ خدا ان کو غریق رحمت کرے۔ مسلمانان ہند کو اپنے اس نقصان کا شاید پورا پورا احساس نہیں ہے۔"

پھر یہ مرثیہ کہا :-

دریغا کہ رخت از جہاں بست اکبر حیاتش بحق بود روشن دلیلے
سر ذروۂ طور معنی کلیمے بہ بت خانہ دور حاضر خلیلے
نوای سحرگاہ او کارواں را اذان درای پیام رحیلے
زدہا بر افگندہ لات و عزیٰ بجانہا کشانندۂ سلسبیلے

دماغش ادیب خردۂ عشق و مستی
دلش پرورش دادۂ جبرئیلے

اقبال نے ابوالمعانی محمد عبدالرحمٰن شاکر مدراسی، لسان العشق مولانا شیخ غلام قادر گرامی، لسان الہند مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی، رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر، منشی محمد الدین فوق، بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو، مہاراجہ کشن پرشاد شاد، علامہ محمد مبین عباسی کیفی چڑیاکوٹی، پیرزادہ محمد حسین عارف، مولانا نادر کاکوروی، میر غلام بھیک نیرنگ، مولانا اصغر حسین اصغر گونڈوی اور جناب شبیر حسن خاں جوش ملیح آبادی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ کسی دوسرے موقعہ پر پیش کیا جائے گا ؎

زباں ز نقطہ فرو ماند و راز من باقی ست بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی ست

سید جاوید اختر

سب رس پر ایک نظر

آج سے چند برس پہلے کی بات ہے کہ ولیؔ دکنی کو اردو شاعری کا بادا آدم تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن اب نئی تحقیق سے یہ بات جھٹلائی جا چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ ولیؔ اورنگ آبادی (عہدِ عالمگیر) سے بہت پہلے بھی اردو زبان کے کئی مایہ ناز اور صاحبِ دیوان ہو گزرے ہیں۔ بالکل اسی طرح فضلیؔ کی "کربل کتھا" کو اردو نثر کی اوّلین کتاب مانا جاتا تھا۔ مگر ہمارے نئے محققین نے انکشاف کیا ہے کہ فضلیؔ سے قبل بھی اُردو نثر میں متعدد کتب تصنیف کی گئی تھیں۔ انھیں ابتدائی نثر پارہ شہ کاروں میں "سب رس" کا بھی شمار ہوتا ہے۔ جسے ملاّ وجہیؔ کے قلم نے حیاتِ دوام بخشی۔

وجہیؔ، محمد قلی قطب شاہ کے دَور کے اُردو شعراء میں سب سے بڑا اور ذہین شاعر اور ادیب تھا۔ وہ گولکنڈہ کا پہلا ملک الشعراء تھا اور اس کے زمانے میں آندھرا دیس میں اتنے ادیب اور شاعر پیدا ہو چکے تھے کہ اس نے فخریہ اپنے وطن کے متعلق شعر کہے ہیں:۔

دکھن سا نہیں ٹھار سنسار میں　　پنج فاضلاں کا ہے اس ٹھار میں

دراصل قطب شاہی بادشاہوں کے عہدِ حکومت میں دکنی یعنی قدیم اُردو کو پنپنے کے لئے بڑا خوشگوار ماحول ملا۔ یہ فرماں روا نہ صرف علم و ہنر کے بڑے مربی تھے بلکہ ان میں سے بیشتر خود بھی بڑے اونچے درجے کے شاعر تھے۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۰۲۰ھ) محمد قطب شاہ (۱۰۳۵ھ) اور عبداللہ قطب شاہ (۱۰۸۳ھ) کے نام، اردو ادب میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ شعراء اور علماء ان بادشاہوں کے دربار کی رونق ہوتے تھے اور بلاشبہ ان ہی کی سرپرستی اور تحریک علم و ادب کی تخلیق کا باعث ہوتی تھی۔ اگر عموماً نہیں تو خصوصاً ضرور۔

چنانچہ ملاّ وجہیؔ نے "سب رس" بھی عبداللہ قطب شاہ ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ "سب رس" کے دیباچے میں اس حقیقت کی تصدیق یوں ہوتی ہے "سلطان عبداللہ، ظل اللہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، حقیقت آگاہ، دشمن پردہ، ثانی سکندر، عاشق صاحبِ نظر، دل کے خطرے تے باخبر..... صبا کے وقت بیٹھے تخت، یکایک غیب تے رمز پاکر

دل میں اپنے کچھ لیاکر، وجہی نادر من کوں، دریا دل گوہر سخن کوں، حضور بلائے پان دئے، بہت مان دئے۔ ہور فرمائے کر انسان کے وجود بیچ میں کچھ عشق کا بیان کرنا، اپنا ناؤں عیاں کرنا، کچھ نشان دھرنا، وجہی بہوگنی گن بھریا، تسلیم کر کر سر پہ ہات دھریا۔ بہوت بڑا کلام اندیشیا، بہت بڑی فکر کریا بلند ہمتی کے بادل تے دانش کے میدان میں گفتاراں برسایا، قدرت کے اسراراں برسایا، پادشاہ کے فرمائے پر چنتیا نوی تقطیع بیتیا۔[۱]"

وجہی نے ۱۰۱۸ھ میں ایک اور کتاب "قطب مشتری" کے نام سے بھی لکھی تھی۔ جس میں اس نے خود بادشاہ کی بھاگ متی کے ساتھ عشق کی داستان استعارے کے پیرائے میں بیان کی ہے۔ یہ مثنوی اپنے دلکش اسلوب اور بلند خیالی کی بدولت قدیم اردو کی بہترین کتابوں میں سے ایک سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ وجہی کی ایک اور کتاب "تاج الحقائق" قابلِ دستیاب ہے۔ یہ نثر میں ہے اور اخلاق و تصوف کے بعض مباحث اس میں پیش کئے گئے ہیں۔ بہرحال اس موقع پر ہم صرف "سب رس" کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔

"سب رس" ملا وجہی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ محمد قلی کے کلیات کی طرح یہ بھی قدیم اردو کی ایک بہت ہی قابلِ قدر تصنیف ہے۔ اگرچہ یہ اردو نثر کی پہلی کتاب ہے مگر وجہی کے دست و قلم نے اس میں وہ جوہر پیدا کر دئے ہیں کہ یہ خمد سال دوسری زبانوں کی کہنہ سال معیاری کتابوں سے برابری کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اور یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اس تالیف کو اردو زبان کے ساتھ وہی نسبت ہے جو "مقامات بدیعی" کو عربی کے ساتھ اور "مقامات حمیدی" کو فارسی کے ساتھ ہے[۲]۔

جب ملا وجہی نے آنکھ کھولی، اس زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں زیادہ تر فارسی زبان کا دور دورہ تھا، اکثر شعراء اور ادباء اسی میں اپنے خیالات کو قلم کی نوک سے لفظوں کی صورت میں نکالتے تھے۔ دکنی زبان میں شعر کہنے والے موجود تو تھے لیکن خال خال اور جو حضرات تھے بھی وہ محض منھ کا ذائقہ بدلنے کے لئے اس طرف رجوع کرتے تھے۔ اس عالم میں یہ وجہی کی بڑی جرأت تھی کہ اس نے اپنی ادبی مہم کے لئے اردو اور صرف اردو کو منتخب کیا۔ اور وہ بھی زیادہ تر نثر میں۔ جس میں نہ کوئی اس کا راہ نما تھا اور نہ پیش رو۔ جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ اردو ان ایام میں صرف بول چال اور تفریح کا ذریعہ تھی۔ اور اس میں ہر قسم کا ادبی سرمایہ مفقود تھا۔ نثر میں تو خاص طور پر مطلع بالکل صاف تھا۔ ان حالات میں وجہی کا اہلِ ہندوستان کے سامنے ایک دم ایک اعلیٰ درجہ کی تصنیف پیش کرنا، دراصل کسی عجوبے سے کم نہیں تھا۔ وجہی کو بذاتِ خود اپنی اس جدت طرازی کا مکمل شعور تھا۔ غالباً اسی لئے اس نے قصہ کی ابتدا کرتے وقت "آغاز داستان۔ زبان ہندوستان" کی بغلی سرخی قائم کی ہے۔

---

[۱] "سب رس" صفحہ نمبر ۸۔ مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب مرحوم۔ طبع اول۔

[۲] پروفیسر محمود شیرانی مرحوم۔ اورنٹیل کالج میگزین ۱۹۳۳ء

"سب رس" ایک تمثیل ALLEGORY ہے[1] دنیا کی قریباً قریباً ہر زبان میں تمثیلی قصّے ملتے ہیں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں اس صنف میں طبع آزمائی نہ کی گئی ہو۔ سنسکرت میں "ہت اپدیش" فارسی میں "انوار سہیلی" عربی میں "اخوان الصفا" اور انگریزی میں Pilgrim's Progress اور Happy Prince وغیرہ اس طرز کی مشہور نگارشات ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر قابل بیان ہے۔ اور وہ یہ کہ جن ممالک میں دیو مالا یعنی علم الاصنام کا رواج رہا ہے۔ وہاں کے ادیبوں کو اس قسم کی داستانیں لکھنے میں بڑی سہولت رہتی ہے مثلاً سنسکرت یا ہندی ادب میں جہاں دولت اور علم کو مجسّم کرنے کی ضرورت پڑی وہاں لکشمی اور سرستی کے کردار پیش کردئے۔ انگریزی اور مغربی دیگر زبانوں کے ادب میں مصنّفین نے یونانی دیو مالا (Mythology) سے مدد لی ہے۔ مثلاً اگر عشق کو مجسّم اور جاندار بنانا مطلوب ہے تو دیوتا کیوپڈ کی شکل سامنے لے آئے اور اگر حسن کو زندگی بخشنی ہے تو وینس کا کردار لے لیا۔ لیکن اسلامی مملکتوں میں چونکہ بت پرستی خلافِ دین ہے۔ اس لئے مسلمان مصنفوں کو تمثیلیہ قصّے تحریر کرتے وقت خاص مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ عشق کو عشق کہیں اور حسن کو حسن اور کوئی صورت ان کرداروں کو زندہ کرنے کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح قصّے میں وہ دلچسپی اور کشمکش (Suspence) موجود نہیں رہتی جو تمثیل کا ایک خاص وصف ہوتی ہے اور یہی سبب ہے کہ اسلامی ملکوں میں جو تصانیف اس انداز میں لکھی گئی ہیں ان کے کردار غیر دلچسپ اور بے جان پتلے محسوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نام کے ساتھ ہی ان کے پورے کردار کی تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے اور پورا ڈرامائی لطف جاتا رہتا ہے۔ "سب رس" میں بھی فنی طور پر یہی خامی موجود ہے کہ اس کے کرداروں کے نام، قصّہ کی ڈھال نہیں بنتے۔ اس کے باوجود ملاّ وجہی نے اپنی کمال چابکدستی اور ذہنی بیداری سے اس داستان کو موثر اور رنگین بنانے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔

بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم "سب رس" پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالنے سے بیشتر اس میں بیان کئے گئے قصّہ کو مختصراً درج کردیں تاکہ بات کرنے اور سمجھانے میں آسانی رہے۔ قصّہ کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ ایک ملک بنام سیستان تھا جس کا بادشاہ عقل تھا۔ عقل کا ایک بیٹا دل نامی تھا۔ باپ نے اسے تن کا شہر بخش دیا۔ ایک روز دل کے جی میں آبِ حیات حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے جاسوس نظر کو اس اہم کام پر مامور کیا۔ نظر وعدہ کرکے تلاشِ آبِ حیات میں نکلا۔ راستہ میں اسے ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ عشق بادشاہ کی بیٹی حسن کا ایک باغ رخسار نامی ہے۔ جس میں چشمہ دہن ہے۔ اور اسی چشمہ میں آبِ حیواں ہے۔ نظر آگے بڑھا۔ رقیب سے مقابلہ کرتا ہوا باغ رخسار میں جا پہنچا۔ وہاں وہ گرفتار ہونے ہی لگا تھا کہ خوش اتفاقی سے اس کی ایک بچھڑی

---

[1] اور بعض ناقدین۔ مثلاً عزیز احمد۔ اسے ناول ثابت کرنے پر مُصر ہیں

ہوئی بہن غمزہ، شہزادی حسن کی سہیلی نکل آئی ۔ اس نے نظر کو پناہ دی ۔ اور شہزادے کو بتایا کہ وہ ہیروں کا بہت بڑا پارکھ ہے۔ حسن کے پاس ایک ہیرا تھا جس میں ایک تصویر تھی ۔ لیکن اس تصویر کو آج تک کوئی شخص نہیں دیکھ سکا نظر نے تصویر دیکھ کر دل کے سراپے سے حسن کو مضطرب کر دیا ۔ شہزادی نے نظر سے درخواست کی کہ وہ اسے فوراً دل سے ملائے ۔ نظر، خیال نامی غلام کو ساتھ لے کر تن مملکت میں پہنچا ۔ خیال مصوّر بھی تھا اس نے اس نے حسن کی ایسی تصویر بنائی کہ دل بے قابو ہو کر اس سے ملنے پر آمادہ ہو گیا ۔ ابھی وہ تینوں سفر کی تیاری ہی کر رہے تھے کہ عقل بادشاہ کے وزیر وہم نے روڑا اٹکایا اور بادشاہ کے حکم سے ان تینوں کو قید خانہ میں ڈال دیا ۔ نظر کسی طور فرار ہو کر حسن کے پاس پہنچا ۔ حسن کے باپ عشق نے غمزہ کو نظر کے ساتھ بھیجا تا کہ خیال کو رہائی دلائی جا سکے ۔ ادھر عقل کے دست راست جہد نے اپنے بیٹے توبہ کو بھی چوکنا رہنے کی ہدایت کی ۔ غمزہ اور نظر محصور ہو گئے اور مقابلہ کے بعد انھیں فتح ہوئی ۔ قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد وہ شہر تن کی طرف بڑھے ۔ توبہ نے بادشاہ کو دشمن کی فوج سے خبردار کیا ۔ عقل نے دل کو آزاد کر کے حسن شہزادی کا خیال دماغ سے نکال دینے کا مشورہ دیا ۔ مگر جب وہ نہ مانا تو ایک لشکر حسن کے شہر پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا ۔ اُدھر سے عشق کے سپہ سالار قہر نے جنگ لڑی ۔ چار روز تک گھمسان کا رن پڑا ۔ آخر ہلاک سپاہی کی مدد سے عشق کو کامیابی ہوئی اور عقل میدان جنگ سے بھاگ گیا اور دل صاحب گرفتار ہوئے ۔ بڑے چرکے لگے تھے ۔ لیکن حسن کی سرپرستی نے سب زخم بھر دئے شہزادی حسن نے اپنی ایک سہیلی زلف کی مدد سے دل کو ایک کنوئیں "چاہ ذقن" میں قید رکھا ۔ وہیں سے اسے بالا خانے میں بلا کر حسن نے شراب و شباب کی محفلیں آراستہ کیں ۔ اسی اثنا میں رقیب کی نوجوان بیٹی نمیرہ، جو جادو ٹونے میں بڑی ماہر تھی، اپنے سحر کے زور پر حسن کا روپ دھار کر دل سے ہم آغوش ہوئی ۔ حسن کو پتہ چل گیا اور اس کے اور دل کے مابین تلخی پیدا ہو گئی ۔ بعد ازاں جب نمیرہ نے اقرار گناہ کیا تو یہ تلخی دور ہوئی ۔ اُدھر عقل کی فوج کا سپہ سالار صبر تو شہر ہدایت میں چلا گیا تھا ۔ لیکن ہمّت نامی سپاہی عشق بادشاہ سے ملا ۔ اور صلاح صفائی کا خیال ظاہر کیا ۔ عشق نے عقل کو اپنا وزیر بنا لیا اور حسن و دل کی جلد ہی شادی ہو گئی ۔ ایک روز انھیں باغ میں حضرت خضرؑ نظر آئے ۔ دل نے ان کے قدم چومے اور خدا نے اس کو صاحب اولاد کر دیا ۔ یہی قصّہ کا اختتام ہے ۔

جہاں تک حسن و دل کے اس قصّہ کا تعلق ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں ۔ فطرتِ انسانی کے دائرہ میں چند جبلّتیں ہیں جن میں سے ایک کو عشق کہتے ہیں ۔ عشق کے بغیر انسان گویا نامکمل ہے ۔ عشق کی دو صورتیں ہیں ۔ مجازی اور حقیقی ۔ عشقِ مجازی ہی درحقیقت عشق حقیقی ہے[1] یہی وجہ ہے کہ حسن و عشق کی آویزش اور آمیزش کی

---

[1] اس حقیقت کی تصدیق اکثر صوفیاء کی طرح ولی دکنی نے بھی کی ہے [2] حقیقت کے لغت کا ترجمہ عشق مجازی ہے .

داستان انسانی زندگی کے ساتھ ازل سے وابستہ ہے اور اسی داستان کو وجہی نے ایک نئے انداز میں قلم بند کر دیا ہے البتہ قصہ میں جو کردار علامتوں اور استعاروں کا لباس پہن کر جلوہ گر ہوئے ہیں، وہ وجہی کی بیدار مغزی اور فنکارانہ ذہانت کی دلالت کرتے ہیں۔ "سب رس" کا قاری یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے کہ وجہی استعاروں کا ایک جال سا بنتا جاتا ہے اور کیا مجال کہ کہیں ذرا بھی جھول آنے پائے۔

لیکن ——ٹھہرئیے! قبل اس کے کہ ہم وجہی کی قصہ سازی کی تعریف و توصیف میں دریائے گفتار بہائیں۔ ہمیں "سب رس" کے ماخذ پر غور کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔ حسن و عشق کا قصہ انسانی تاریخ کا ایک ایسا اہم باب ہے جو ہر دور میں تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ تو پھر کیا ضرور ہے کہ وجہی سے پہلے اس قصہ کو رقم کرنے کا خیال اور کسی مصنف کو نہ آیا ہو۔ محققین نے اس سلسلہ میں چھان پھٹک اور تلاش و جستجو کی ہے۔ اور وہ اس نتیجہ پہ پہنچے ہیں کہ "سب رس" کا قصہ ملا وجہی کی تخلیق نہیں ہے۔ بلکہ اس نے مولانا فتاحی[1] کی کتاب "دستور عشاق" یا "حسن و دل" سے خوشہ چینی کی ہے۔ اول الذکر تصنیف ایک مثنوی ہے، جس میں پانچ ہزار اشعار ہیں۔ اسی کے قصہ کو خود مصنف نے "شبستان خیال" اور "حسن و دل" کے نام سے الگ الگ بھی لکھا۔ قصہ "حسن و دل" بہت مشہور ہوا۔ اس کی نثر مقفّیٰ اور مسجّع ہے اور اس میں صنائع بدائع سے خوب شان پیدا کی گئی ہے۔ یہ کتاب اتنی مقبول ہوئی کہ اس کا یورپ میں تین مرتبہ ترجمہ بھی ہوا۔ پہلی بار ۱۸۰۱ء میں آرتھر برون نے دوسری بار ۱۸۲۹ء میں ولیم پرائس نے اور تیسری مرتبہ ایک جرمن ڈاکٹر روڈالف ڈوارک نے دی آنا آکادمی سے اس کا ترجمہ شائع کیا۔ تین ترکی شاعروں نے بھی اس پر طبع آزمائی کی جن کا نام آہی وسن (۱۵۱۷ء) (۲) واتی (سولہویں صدی کے آخر میں ہوا) اور (۳) صدقی تھے۔ سوائے صدقی کے سب نے اس قصہ میں بہت کچھ تصرف کیا۔ حتیٰ کہ عہد عالمگیر میں مرزا بیدل نے بھی اس داستان کو پر تکلف نثر میں لکھا۔ ان تمام مصنفوں نے خواہ نثر ہو یا نظم، فتاحی سے خوشہ چینی کی ہے۔ مگر ملا وجہی نے قصہ کی اصل کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا۔ حالانکہ مولانا فتاحی کی "دستور عشاق" یا حسن و دل" پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وجہی نے قصہ کی واردات حرف بہ حرف فتاحی سے لی ہے۔ تاہم وجہی "سب رس" کے دیباچے میں یوں تعلّی کرتا ہے۔ "غرض بہوت نادر نادو باتاں بولیاں ہوں۔ دریا ہو کر موتیاں رولیا ہوں" اور "عیسیٰ ہو کر بات کوں جیو دیا ہوں" اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصہ وجہی کی اپنی ایجاد ہے اور اس کے دماغ کی اپج ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔ کیونکہ مولانا فتاحی نے "فرہاد ہو کر، دونوں جہاں تے آزاد ہو کر دانش کے تیشے سوں" یہ پہاڑ اٹھایا ہے نہ کہ وجہی نے۔

مولوی عبدالحق مرحوم کے الفاظ میں "اگر اس (وجہی) کا مطلب یہ ہے کہ قصہ کا یہ نیا ڈھنگ اس کا نکالا ہوا

[1] عہدِ قدیم کا ایک خراسانی شاعر

ہے تو یہ صریح غلط ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے کہ تحریر کا یہ اسلوب اردو زبان میں اس کی ایجاد ہے تو بیشک صحیح ہے ۔ لیکن اس سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ وہ بار بار یہ بھی کہتا ہے جو اسے موجد اور رہنما اور استاد نہیں مانتا وہ جاہل ، کمینہ اور چور ہے ۔"

قطع نظر اس بحث کے "سب رس" کی کل اہمیت اس کے اسلوب کی بنا پر ہے ۔ نہ کہ قصہ کی اختراع پر کہ تخلیق کا سہرا تو بہرحال فتاحی ہی کے سر ہے جو دتوں پہلے فارسی نظم اور نثر دونوں میں خامہ فرسائی کر چکا تھا ۔ وجہی نے "سب رس" کو دکنی زبان میں لکھتے ہوئے جو اسلوب نگارش اختیار کیا ہے وہ ہمارے لئے قابل غور ہے ۔ عبارت کی آرائش اور قافیہ کی پابندی کے باوجود مصنف سے سلاست کا دامن کہیں نہیں چھوٹنے پایا ۔ "سب رس" کے اسلوب کے جو خصائص خود وجہی نے بتائے ہیں ان میں سے اس کے نزدیک اہم ترین بات یہ ہے کہ کراس نے نثر میں شعریت کا سا رنگ پیدا کیا ہے ۔ "نظم ہور نثر ملاکر ، گلاکر" بیان کا ایسا انداز وضع کیا ہے جس کی بدولت نثر میں شعروں کی سی روانی اور چاشنی پیدا ہوگئی ہے ۔

اگرچہ وجہی اپنے بیان میں رچی ہوئی فارسیت کا رنگ نہیں ابھار سکا ۔ جو ولی ، میر اور درد کی شاعری اور غالب کی نثر میں ہے ۔ تاہم فارسی اسالیب کے بعض نمونے اس کی نثر میں در آئے ہیں ۔ ان میں سے ایک نمونہ قافیوں کی مدد سے نثری فقرے ، شعری سانچوں میں ڈھالنا ہے ۔ اردو نثر میں قافیہ بندی کا یہ اہتمام مرزا غالب کے دور تک جاری رہا ۔ "سب رس" کے چند نثری اشعار ملاحظہ ہوں ۔

(۱) " فرہاد ہور کہ .... دونوں جہاں تے آزاد ہو کر ۔"

(۲) " شراب عاشق ہور معشوق کے دل کے شک دور کرتا .... شراب دونوں کوں محبت میں چور کرتا ۔"

(۳) " غیر کوں دیکھی تخت پرست ..... دل اس سوں ہم دست ..... موں سوں موں ملائے ہے .....

سینہ سوں سینہ لائے ہے ..... شکر کھو رہی ہے ..... سو رہی ہے ۔"

لیکن ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی ترتیب دی ہوئی "سب رس" کے مقدمے میں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ "قافیہ کے اس التزام نے نثر کی نثریت کو خاصا نقصان پہنچایا ہے ۔ ہر فقرہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر سامنے آتا ہے ۔ خیال کے تقاضوں سے نہیں ۔ قافیے کے تقاضوں سے اور پھر تمام عبارت شکستہ و ریختہ معلوم ہوتی ہے ۔ بیان کا تسلسل قائم نہیں رہتا ۔ البتہ شعر کا رنگ شکستہ نمودار ہو کر کچھ مزہ دے جاتا ہے ۔"

ہمیں ڈاکٹر عبداللہ کے مندرجہ بالا خیال سے اتفاق نہیں ۔ کیونکہ جہاں تک وجہی کی قافیہ پیمائی کا تعلق ہے اسے نثر کا حسن نکھارنے میں اور اس میں شعری انداز سمونے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوتی ہے ۔ فقروں کا اختصار تو بلکہ جانے بوجھے الفاظ کے قوافی سے مل کر سرور اور لطافت کی کیفیت پیدا کرتا ہے ۔ فقرے کے ٹکڑے گویا

جڑیں ہیں اور خیال ان پر کھڑا ہونے والا درخت۔ در اصل یہ فقرہ بندی آج سے قریباً تین سو سال پہلے کی ہے پہلے دور میں مسجّع اور مقفیٰ عبارت خوبصورت اور دلپذیر سمجھی جاتی تھی اور آج سادہ اور بے تکلف عبارت مستعمل ہے۔ پہلے اظہار و بیان کو پرکھنے کا اور معیار تھا، اب کچھ اور۔ لیکن تنقید میں صحت مند نظریہ پیش کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی چیز کو پرکھتے وقت اس کے زمانہ تخلیق کے معیار کو بھی مدِنظر رکھا جائے۔

البتہ ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی رائے، اس وقت کچھ جاندار معلوم ہوتی ہے۔ جب وجہی غیر دلچسپ باتوں کی بے جا تشریح اور توضیح شروع کر دیتا ہے۔ مگر اس کی وجہ فقروں کا ٹوٹنا نہیں بلکہ غیر دلچسپ بات کا پھیلنا ہے بہرحال ملّا وجہی کی لطافتِ نثر سے کوئی صاحب ذوق انکار نہیں کر سکتا۔ اکثر مقامات پر اس کا ندرتِ قلم علمی و ادبی ذوق رکھنے والے طبقے کو متاثر کئے دیتا ہے۔ مثلاً یہ فقرے ملاحظہ ہوں۔ ایسی مثالیں آپ کو "سب رس" میں متعدد ملیں گی۔

(۱) "دانا کی گھٹ کچھ اور ہے۔ ناداں کی ہٹ کچھ اور ہے"

(۲) "منہ میں تے بول نکلیا۔ پچھیں سو کیا پھر آتا ہے۔ تیر کمان تے چھوٹیا سو کیا سنبھالیا جاتا ہے۔"

اور خاص بات تو یہ ہے کہ وجہی کو مکالمہ نگاری اور کردار نگاری میں یدِطولیٰ حاصل ہے۔ مثلاً حسن کا روپ دیکھئے اس کا قلم کس خوبصورتی سے پیش کرتا ہے۔

"حسن نار، اوتار، خوش دیدار، خوش گفتار، خوش رفتار، ویدیاں کا سنگھار، دل کا آدھار ...... آواز تے قمری کوں کرے شہ مات۔ کنول پھول کے پنکھڑیاں ہات ...... بال جانو کالے ناگ، گال جانو عشق کی آگ ......" وغیرہ

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ ڈاکٹر سید عبداللہ کے قول کے مطابق وجہی کے فقروں کا خانوں میں بٹنا خیال پر کہاں تک گراں گزرتا ہے۔

غرض کہ یہ بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ وجہی نے اپنے اندازِ بیان سے اس تمثیل کو بڑی حد تک کامیاب اور جاندار بنانے کی کوشش کی ہے۔ اگر اسے پوری طرح کامیاب نہ بھی کہا جائے تو یہ اس کے اسلوب کی خامی نہیں بلکہ اسلامی ممالک میں تمثیل نگاری کی بعض رکاوٹیں اس کا اصل سبب ہیں جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔

"سب رس" کی زبان آج سے قریباً تین سو برس پہلے کی ہے کہ جب جہانگیر اور شاہ جہاں کے نام کا سکّہ ہندوستان میں رائج تھا۔ اس زبان میں بہت سے الفاظ اور محاورات ایسے بھی ہیں جو اب قطعی متروک ہیں اور خود اہلِ دکن بھی انھیں استعمال نہیں کرتے۔ اور گو اس قدیم زبان کے بعض پرانے محاورات اور الفاظ آج کل ہماری سمجھ سے باہر

ہیں، تاہم یہ بات یقینی ہے کہ وجہی نے "سب رس" کو ضبط تحریر میں لاتے وقت اپنے عہد کی شستہ اور فصیح ترین زبان سے کام لیا۔ اور اس امر کا اظہار خود اس نے اپنے دیباچے میں کیا ہے۔ وجہی نے اپنی زبان کو "دکنی" نہ کہہ کر "ہندی" کے نام سے پکارا ہے۔ چنانچہ قصّہ کی ابتدا اس بغلی سُرخی سے ہوتی ہے "آغاز داستان زبان ہندوستان"۔ سب رس کے عمیق مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وجہی نے اس کتاب میں عربی و فارسی الفاظ کے ساتھ ہندی الفاظ بھی بکثرت استعمال کئے ہیں۔ اسلوب کے اس ڈھانچے سے ہم کو زبان کی وہ حالت معلوم ہوتی ہے، جو اب سے تین سو سال پہلے تھی۔ نیز اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا کہ زبان اس وقت ایک انتشاری کیفیت کو خیرباد کہہ کر ایک مرتّب اور منظّم صورت اختیار کر چکی تھی[۱] اور جب ہم وجہی کے ان اسالیب کا موجودہ زبان کے اسالیب سے موازنہ کرتے ہیں تو ان میں بہت معمولی فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ذیل میں نمونے کے طور پر چند مثالیں نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) چور پر مور پڑیا (۲) اوّل خویش بعد از درویش (۳) دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پیتا۔

اور بعض روزمرّہ اور محاورات تو آج بھی جوں کے توں استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً:-

(۱) خالہ کا گھر (۲) کہاں گنگا تیلی اور کہاں راجہ بھوج (۳) دیکھا دیکھی (۴) بھانڈا پھوڑنا (۵) ڈانواں ڈول اور (۶) تین گناہ خدا بھی بخشتا ہے۔ وغیرہ۔

گرامر کے لحاظ سے اس قدیم دکنی یا اردو زبان میں اور موجودہ اُردو میں متعدد تغیّر و تبدل پائے جاتے ہیں، اور جن میں چند ایک یہ ہیں:-

(۱) مذکر اور مؤنث کی جمع "اں" سے ہوتی ہے جیسے ہاتھ سے ہاتاں۔ بات سے باتاں وغیرہ

(۲) فاعل اگر مؤنث ہے تو فعل بھی مؤنث ہوگا۔ مثلاً لڑکے نے پانی پیا۔ لڑکی نے پانی پی۔ اس عورت نے کھانا کھائی۔

(۳) فاعل اگر مؤنث جمع ہے تو فعل بھی جمع آئے گا۔ مثلاً "اصیل عورتاں اپنے مرد بغیر دوسرے کوں اپنا حسن دیکھلانا گناہ جانتیاں ہیں"

(۴) ایسی جیسی اور جتنی کی جمع ایسیاں، جیسیاں اور جتنیاں آیا ہے۔

(۵) ہائے ملفوظ اکثر درمیان سے غائب ہے۔ مثلاً نہیں کے بجائے نیں اور کہتا کے بجائے کتا۔

(۶) اکثر عربی الفاظ کے املا کو سادہ کر دیا ہے۔ مثلا نفع سے نفا۔ طمع سے طما وغیرہ۔

پروفیسر شیرانی نے اپنے عالمانہ مضمون میں یہ وضاحت کی ہے کہ "سب رس" میں ہندوستان کی قریباً تمام

---

[۱] پروفیسر حافظ محمود شیرانی۔ مضمون اورینٹل کالج میگزین ۱۹۳۴ء

اہم بولیوں کے الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال استعمال کئے گئے ہیں۔ وجہی دوہرے گویا پارسی اور کہاوتیں ہندی زبان سے لاتا ہے۔ مختصر یہ کہ "سب رس" لسانی لحاظ سے بھی، مگر بیان کی عمارت گری کے لحاظ سے خاص طور پر، رنگا رنگ مواد کی مدد سے تعمیر کی ہوئی عبارت کا اوّلین نادر نمونہ ہے۔ اس میں زبان ہی کا نہیں، بیان کا بھی وسیع تر ہندوستان گیر تصور موجود ہے۔ یعنی ایک ایسی قوم کے اظہار کا مشترک سانچا جس کے افراد اپنی اپنی جگہ رنگا رنگ بولیاں بولتے ہیں۔

آخر میں، مضمون ختم کرنے سے پہلے، میں ملا وجہی کے نظریہ فن کے بارے میں بھی چند سطریں لکھنا چاہتا ہوں "سب رس" اس لحاظ سے بھی ایک مستقل اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کے مطالعہ سے ہمیں وجہی کے، جو آج سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے کا مصنف تھا۔ نظریہ فن کی فصاحت ہوتی ہے۔ "سب رس" میں۔ "در ذہنیت کتاب گوید و در نام کتاب گوید" ـــ یا "سبب تالیف کتاب و مدح بادشاہ" کے عنوان سے جو حصہ ہے اس میں وجہی نے اپنے نظریہ فن کا اظہار کیا ہے۔ جس کی اساس پر ہم اس کے نظریۂ ادب کی تشکیل بھی کر سکتے ہیں۔ اور اس کی مزید فصاحت "قطب مشتری" میں "در شرح شعر" کے عنوان سے کی گئی ہے۔

ہمیں "سب رس" میں جو فنی اصول نظر آتے ہیں۔ وہ زیادہ تر شاعرانہ تعلّی کے سے ہیں۔ تاہم یہ نظریاتی قدم اُردو تنقید کے اصولوں کی تدوین کی اوّلین سعی ہے۔ علاوہ ازیں ان اصولوں کا انداز "تجزیاتی" یا "شبہاتی" نہیں بلکہ "یقینی" ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ مشرق میں بحث کی ابتدا الیقین سے ہوتی ہے۔ جبکہ مغرب میں شبہ اور تذبذب سے۔

وجہی نے اپنے نظریۂ ادب میں جو سوالات اٹھائے ہیں وہ اہم ہونے کے علاوہ بنیادی نوعیت کے حامل بھی ہیں۔ سب سے پہلا سوال اس نے یہ اُٹھایا ہے کہ ادب کیا ہوتا ہے؟ دوسرا یہ کہ تخلیق ادب کا مقصد کیا ہے؟ اور ثالثاً، ادیب کسے کہا جاتا ہے؟

وجہی کے نزدیک ادب، خواہ شعر ہو، خواہ نثر پارہ، ایک الہام ہوتا ہے۔ "سب رس" میں وہ یوں رقم طراز ہے، "یو بات اعجاز ہے۔ اس بات میں خدا کا راز ہے۔ یو بات غیب کی آواز ہے۔"

عہد پارینہ میں شاعری، عطیہ خداوندی سمجھی جاتی رہی ہے، نہ صرف ہندوستانی بلکہ یونان اور دیگر ممالک میں بھی یہی نظریہ ایک طویل مُدت تک کارفرما رہا۔ مگر آج یہ نظریہ جوں کا توں تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اگر تخلیق ادب ایک اضطراری اور الہامی عمل ہو تو پھر خالق کی اپنی کاوش اور ذہانت کو اس میں کچھ دخل نہیں رہتا۔ یہ کوئل کی "کو کو" اور پپیہے کی "پی کہاں ہے" کا سا عمل نہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ایک جگہ خود وجہی نے غیر شعوری طور پر اپنے اس نظریہ کی تردید کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ادب میں نزاکت و ندرت ہو اور الفاظ چُنے ہوئے ہوں،

اگر وجہی ہی کی موخرالذکر بات کو مان لیا جائے تو تخلیق ادب کا الہامی ہونا بے معنی سا لگتا ہے۔

وجہی کے خیال کے مطابق تخلیق ادب کا مقصد "مسرت" ہے۔ اور اس نظریہ کو وجہی سے لے کر آج تک سے پہلے تک سبھی شاعر اور نثر نگار سینے سے لگائے رہے۔ کسی نے یہ ضرورت محسوس نہیں کی ادب کو "مفید" بھی ہونا چاہئے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ وجہی نے اپنے اس نظریہ ادب کی بھی غیر شعوری طور پر (یا اسے اس کا ابہام کہہ لیجئے) تردید کی ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ :-

"کس جانتا پر کیسے کیسے بھید کھولیا ہے۔ ہم گلاب میں آب لوچ گھولیا ہے۔ ہم مانک موتی رولیا ہے ...... کے کچھ سُنیں پڑے، کسے کچھ فیض انپڑے۔" اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وجہی افادیت کا بھی قائل تھا۔

اور ادیب کے متعلق وجہی کے نظریہ کا اندازہ اس کی درج ذیل عبارات سے ہوتا ہے۔

"میں تو بات نیٹ کیا ہوں۔ عیسیٰ ہو کر بات کو جیو دیا ہوں۔"

"فرہاد ہو کر، دونوں جہاں سے آزاد ہو کر، دانش کے تیشے سوں پہاڑاں اٹھایا تو یو شیریں پایا تو یو نوی بات پیدا ہوئی۔ یو بات آیا۔"

"روشن ضمیر، صاحب تدبیر۔ ہر فن میں ماہر، چھپیا سب اس کے آگے ظاہر۔ خدا کا واصل صاحب دل عاشقاں کا رہنما صاحب حال صاحب حاصل۔ یا تف غیب کا آواز ۔ محرم اسرار محرم راز ......"

غرض وجہی نے ادب کی پرکھ کے جو اصول اور معیار بتائے ہیں ان میں اصلاح و تبدیلی تو کی جاسکتی ہے لیکن ان کی یکسر تردید کرنا ناممکن ہے، یہ معیار عمومی معیار ہیں اور انھیں ادب کی کسی بھی صنف کے پرکھنے اور جانچنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خواہ وہ تمثیل ہو یا غزل ۔ مثنوی ہو یا انشائیہ ۔ افسانہ ہو یا ناول ۔ نظم ہو یا کچھ اور!

غالب۔ فکر و فن :- ڈاکٹر شوکت سبزواری

مطالعۂ غالب کے سلسلے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری درجۂ استناد رکھتے ہیں انہوں نے غالب کی شخصیت اس کے ماحول اور فن کے بارے میں وقتاً فوقتاً جو مقالات لکھے ہیں انہیں اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے ۔ قیمت : پانچ روپے

انجمن ترقی اردو۔ بابائے اردو روڈ کراچی ۱

تحسین سروری

اردو ادب کے غیر ادبی مآخذ

(۱۰)

تذکرہ مشاہیر کاکوری

مولفہ

حافظ محمد علی حیدر علوی کاکوروی

صوبۂ اودھ کے چند مردم خیز قصبات میں کاکوری کا نام بھی نمایاں ہے۔ بلگرام کی طرح کاکوری کی سرزمین نے بھی ایسے صاحبان کمال پیدا کئے کہ ہم ان پر آج بھی فخر محسوس کرتے ہیں۔ علم و فن، صنعت و حرفت اور تدبر و فراست میں اس خطے کے اصحاب نے کافی شہرت پائی۔

قصبۂ کاکوری شہر لکھنؤ سے جانب غرب نو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مورخین نے پانچویں صدی ہجری سے اس بستی کے وجود کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ جب کہ یہاں کا حاکم راجہ کنس والی کسمنڈی تھا۔ ۴۲۲ھ میں کسمنڈی اور کٹول کے درمیان حضرت سید سالار مسعود غازیؒ اور راجہ کنس میں سخت لڑائی ہوئی۔ آخرالامر راجہ کنس اور اس کا خاندان مارا گیا، اور ملک اس کا مجاہدین کے قبضے میں آگیا۔ اور کاکوری پر مسلمانوں کا تسلط ہوا۔ مسلمان یہاں ۴۲۵ھ سے ۱۰۲۳ء تک قابض رہے ویسے سید سالار مسعود غازیؒ کی شہادت کے بعد یہ قصبہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر راجہ قنوج کے زیر حکومت بھی رہا، لیکن یہ چند روزہ دور تھا۔ پھر اس کے بعد ۱۰۵۰ء میں قوم بھر نے خروج کر کے سلطنت قنوج کو تاراج کر دیا۔ اور وہ ۱۲۲۵ء تک قابض رہی۔

۱۱۹۳ء سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے فتح پائی۔ ۱۱۹۵ء میں قطب الدین ایبک نے اودھ اور بہار کو فتح کر کے بختیار خلجی کو حاکم مقرر کر دیا۔ ۱۲۲۵ء میں سلطان شمس الدین التمش نے ملک ناصرالدین کو مہم قنوج پر مامور کیا، جس نے قوم بھر کا خاتمہ کر دیا۔ تب سے یہ علاقہ سلاطین دہلی کے قبضے میں آگیا۔ جب کا سلسلہ سلاطین تغلق تک قائم رہا۔ جب ۱۳۹۳ء میں خواجہ جہاں معروف بہ ملک الشرق نے جونپور میں سلطنت شرقیہ کی بنیاد ڈالی۔ تو خاندان تغلق کا زوال شروع ہو گیا۔ اور افراتفری اور خانہ جنگی نے پھر ایک بار قوم بھر کو ابھرنے کا موقع دیا اور ہر طرف تسلط اس قوم کا ہونے لگا۔ ان کا سربراہ راجہ لگو رتھا۔ اسی راجہ نے لکھنؤ کے جنوب میں لگو رگڑھ کے نام سے

ایک کچا قلعہ بھی بنایا تھا۔ یہ علاقہ اتنا وسیع تھا کہ موجودہ کاکوری اسی کے احاطہ میں آباد تھا۔ یہ ککورگڑھ ہی ہے جو کثرت استعمال سے کاکوری ہوگیا۔

سنہ ۱۴۰۲ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے تخت نشین ہوتے ہی قوم بھر پر فوج کشی کردی اور مانک پور کے قریب ان کو ایسی شکست دی کہ اس کے بعد سے اس قوم کا نام و نشان ہی مٹ گیا۔ اس کے بعد ابراہیم شرقی نے ککورگڑھ میں اسلامی نوآبادی قائم کی جو سنہ ۱۷۷۲ء تک باقی رہی۔

اس کے بعد بھی قصبۂ کاکوری اور اس کے آس پاس کا علاقہ مختلف جنگوں اور انقلابات کی آما جگاہ بنتا رہا۔ یہاں تک کہ شہنشاہ اکبر کی تخت نشینی ہوگئی، اور اکبری فوج کو افغانی فوج سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ آخرکار لب آب بتیہ متصل قصبہ کاکوری سخت لڑائی ہوئی۔ نتیجۃً افغان بھاگ گئے اور شہنشاہ اکبر کی مستقل حکمرانی قائم ہوگئی۔

اسی عہد میں ایک نئے صوبے سرکار لکھنؤ کا وجود عمل میں آیا، اور اسی سے متصل ایک نیا پرگنہ کاکوری بھی قائم ہوا۔

عہد اکبری سے محمد شاہ کے ابتدائی عہد تک امن و امان قائم رہا۔ جب خود سلطنت دہلی میں زوال کے آثار پیدا ہونے لگے اور خانہ جنگیوں کی نوبت آگئی تو دربار دہلی کی طرف سے برہان الملک نواب سعادت خاں صوبہ دار مقرر ہوئے، جنھوں نے کاکوری کی سکونت اختیار کرلی۔ اور یہاں کے امراء و اکابر کو جمع کرکے استعانت کے خواہاں ہوئے۔ اس طرح یہاں کی شورشیں رفع ہوئیں۔

زیر نظر کتاب ہندوستان کے اسی قصبۂ کاکوری کے مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ جو مطبع اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں شیخ محمد قادر بخش کے زیر اہتمام چھپ کر سنہ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا۔ (۵۱۰) صفحات کی اس کتاب میں مولف کتاب سمیت (۲۵۹) مشاہیر کا تذکرہ ہے۔ ان مشاہیر میں ہر فن اور ہر نوع کے لوگ شامل ہیں۔ چنانچہ سرورق پر ہی یہ صراحت کردی گئی ہے کہ اس کتاب میں "علماء، فقراء، شعراء، مشاہیر امراء کے دلچسپ حالات، ان کے نثر و نظم کلام کے انتخابات، قصبۂ مردم خیز کاکوری کے تاریخی واقعات وغیرہ وغیرہ ہیں"

کتاب کے شروع میں تمہید اور اسی میں فہرست مآخذ ہے۔ جس سے پتا چلا کہ اس تذکرے کی تیاری میں (۵۵) مطبوعہ اور قلمی تذکروں اور تاریخوں سے مدد لی گئی ہے۔ اس کے بعد پانچ صفحات میں کاکوری کی مختصر تاریخ ہے، جس کا خلاصہ میں نے مضمون کے شروع میں پیش کردیا ہے۔ اس کے بعد سے مشاہیر کاکوری کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ آخر کے (۹) صفحات پر تاریخی قطعات اور تقریظیں ہیں۔

تذکرے کی تقسیم نہ ابواب پر ہے نہ مشاہیر کے پیشے اور فن کے اعتبار سے ہے بلکہ بترتیب حروف تہجی مرتب کیا گیا ہے۔ حروف تہجی میں بھی شعراء کے تخلص کے نہیں بلکہ ان کے اصل نام کے حرف کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مشاہیر کاکوری میں اشخاص کے حالات بڑی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ پیدائش و انتقال کی تاریخ کے علاوہ

عہدہ، پیشہ اور سکونت و اولاد و امجاد کی تفصیلات بھی تحریر کی ہیں، اس لحاظ سے یہ تذکرہ بڑا وقیع اور اس کا انداز موجودہ زمانے کے اہل قلم کے لئے قابل تقلید ہے۔ اس تذکرے میں (۹۵) شاعر اور انشاپرداز بھی ہیں، لہذا "اردو ادب کے غیر ادبی ماخذ" میں اس حصے کی بہت بڑی اہمیت ہے۔

بعض کے نام فارسی اور عربی کے شاعر اور انشاپرداز کی حیثیت سے آئے ہیں، لیکن میں نے انھیں بھی اس فہرست میں لے لیا ہے، اس لئے کہ یہ سب مولداً کاکوروی ہیں، اور کسی نہ کسی طرح ان کا تعلق اردو ادب و شاعری سے ہو جاتا ہے۔ جو اصحاب تخلص کی وجہ سے محض شاعر معلوم ہوتے ہیں، وہ مختلف موضوع پر بلند پایہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں اسی طرح جو شاعر نہیں ہیں، وہ مطبوعہ و غیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

۱۔ بخشی ابوالبرکات خاں غالب جنگ بینا و کلیم شاگرد خان آرزو و قزلباش خاں امید ص۱۴
۲۔ منشی احد علی مخدوم زادہ۔ ابن منشی مومن علی مفتوں (مؤلف شباب لکھنؤ) ص۲۰
۳۔ حاجی شیخ ناظم حسین منتظم، شاگرد محمد رضا صبر کاکوروی ص۲۲
۴۔ منشی کاظم حسین غنی " " ص۲۲
۵۔ ارتضا علی شرر، شاگرد داغ و جلال و امیر (مصنف: تصانیف کثیرہ) ص۲۷

۶۔ خان بہادر منشی اطہر علی اطہر، شاگرد صبر کاکوروی ص۳۱
۷۔ مفتی اکرام اللہ افسوں، شاگرد عبدالمجید سحر ص۳۴
۸۔ منشی محمد امتیاز علی صوفی، شاگرد مولانا غلام امام شہید ص۴۱
۹۔ امجد علی بلیغ، شاگرد ہادی علی اشک لکھنوی ص۴۶
۱۰۔ منشی امیر حسن صدیقی (مترجم: تاریخ ریاست چرکھاری، طبقات تاریخ اسلامی اندلس، کتاب الصرف عربی اس کے علاوہ رینالڈز کے چند ناولوں کا بھی ترجمہ کیا تھا) ص۵۰
۱۱۔ امیر حسن خاں تجمل شاگرد شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی ص۵۱
۱۲۔ انعام الدین خاں شوق ص۶۲
۱۳۔ مولوی باسط علی باسط ص۶۳
۱۴۔ مولوی بشیر الدین شاکر، شاگرد ساحر کاکوروی ص۶۶
۱۵۔ خان بہادر منشی محمد تاج الدین جذب، شاگرد صبر کاکوروی ص۶۷
۱۶۔ حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی تراب قلندر قدس سرہٗ (مصنف تصانیف کثیرہ و شاعر اردو و فارسی) ص۶۵

۱۷- نواب تفضل حسین خاں شیدآ ص۸۱
۱۸- مولوی شاہ تقی حیدر ص۸۳
۱۹- مولانا شاہ تقی علی قلندر (خلف اصغر حضرت شاہ تراب ؒ) ص۸۹
۲۰- مولوی جعفر علی جادو دعلوی ص۹۹
۲۱- منشی جعفر علی شیون شاگرد محی الدین خاں ذوق ص۱۰۲
۲۲- مولوی حکیم محمد حبیب علی حبیب ص۱۲۲
۲۳- مکرم احمد درد (مقیم اورنگ آباد دکن[1]) ص۱۲۵
۲۴- مولوی شاہ ابوالحسن حسن بخش ابن مولوی حسین بخش شہید ص۱۲۵
۲۵- منشی حسن رضا حسن ص۱۲۷
۲۶- منشی حسن یاور خاں قمر ص۱۲۹
۲۷- مولوی شاہ حسین بخش شہید ص۱۳۲
۲۸- مولانا شاہ حمایت علی قلندر ص۱۳۵
۲۹- ملا حمید الدین محدث ص۱۳۸
۳۰- مفتی خلیل الدین خاں بہادر ص۱۴۹
۳۱- حافظ خلیل الرحمٰن شہید ص۱۵۱
۳۲- شیخ خلیل اللہ خاں خلیل ص۱۵۲
۳۳- ملا قاضی خوب اللہ ص۱۵۲
۳۴- منشی ذوالفقار علی حامد ص۱۵۴
۳۵- منشی رسول بخش شہید ص۱۵۶
۳۶- نواب امیر رضا حسن خاں رضا ابن امیر حسن خاں بسمل ص۱۴۸

---

[1] درد صاحب مذکور الصدر بزرگ حکیم محمد حبیب علی صاحب حبیب (نمبر ۲۲) کے فرزند معظم ہیں۔ جن کا تذکرہ صاحب ترجمہ کے فرزندوں میں ضمناً آیا ہے۔ کسی نے اس جگہ اپنے قلم سے یہ حاشیہ لکھا ہے کہ "میر نذر علی درد کے نام سے مشہور ہیں"۔
میں بھی حضرت درد کاکوروی کے نیاز مندوں میں ہوں۔ اور بہت دن سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔ پہلے اورنگ آباد دکن میں رہتے تھے۔ اب کراچی میں ہیں۔ (تحسین سروری)

۳۷ - منشی سجاد حسین (ایڈیٹر، اودھ پنچ لکھنؤ) ص ۱۸۳
۳۸ - منشی حافظ سراج الدین سراج ص ۱۸۵
۳۹ - حافظ سرفراز علی شہید ص ۱۸۶
۴۰ - حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی (معروف بہ سعدی کاکوروی) ص ۱۸۷
۴۱ - ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خاں بہادر سعید ص ۱۸۹
۴۲ - حافظ سلطان احمد سلطان شاگرد نطق کاکوروی ص ۱۹۴
۴۳ - مولوی شریف الدین شریف شاگرد محی الدین خاں ذوق کاکوروی ص ۲۰۱
۴۴ - مولوی محمد صدر الدین خاں ص ۲۱۵
۴۵ - منشی صفدر حسن سنبل ص ۲۱۷
۴۶ - منشی ظہور حسن نکہت ص ۲۲۳
۴۷ - قاضی عابد علی خاں فریاد شاگرد سید محمد خاں رند ص ۲۲۹
۴۸ - منشی عالم علی شوخی ص ۲۳۲
۴۹ - منشی تقی حسن تقی (نواب تقی یار جنگ مقیم حیدرآباد دکن) شاگرد احسان شاہجہانپوری ص ۲۳۳
۵۰ - منشی تقی حیدر انوری ص ۲۳۶
۵۱ - عبدالحفیظ علوی ص ۲۳۶
۵۲ - حکیم عبدالحفیظ ص ۲۳۷
۵۳ - منشی عبدالحیٔ عرشی و قیس ابن رسول بخش شہید ص ۲۴۱
۵۴ - حافظ عبدالصمد یوسفی ص ۲۵۵
۵۵ - منشی عبدالمجید سحر شاگرد ہادی علی اشک ص ۲۶۵
۵۶ - شیخ عبدالواحد ص ۲۶۹
۵۷ - منشی عبدالوحید نیرنگ ابن عبدالمجید سحر شاگرد حضرت محسن کاکوروی ص ۲۷۰
۵۸ - مولوی عظمت علی ص ۲۷۲
۵۹ - شیخ عظمت علی نامی ص ۲۷۴
۶۰ - شاہ علی انور قلندر ص ۲۷۸
۶۱ - حافظ علی عسکری خاں بیدل ص ۲۸۵

۶۲ - خان بہادر مفتی عنایت احمد ص۲۸۹
۶۳ - اقتدار الدولہ غلام صفدر خاں تسلیم ص۳۰۰
۶۴ - منشی غلام مرتضیٰ ص۳۰۵
۶۵ - شیخ فضل حق عرف غلام مینا ساحر ص۳۰۸
۶۶ - منشی مرتضیٰ احسن معروف بہ جشن نواب فدا حسن خاں (ہائی کورٹ حیدرآباد دکن) ص۳۱۷
۶۷ - مولانا حاجی فرید الدین خاں محدث ص۳۱۸
۶۸ - مولوی شیخ فرید علی فلک شاگرد قاضی سعید الدین خاں ذوق کاکوروی ص۳۲۰
۶۹ - منشی فیض بخش مورخ ص۳۲۵
۷۰ - منشی کاظم علی ص۳۳۲
۷۱ - مولوی محمد احسن احسن (برادر خورد محمد محسن کاکوروی) شاگرد محسن ص۳۳۹
۷۲ - منشی محمد رضا صبر شاگرد شیخ عبدالرؤف شعور (شاگرد مصحفی) ص۳۴۵
۷۳ - محمد قاسم قیصر ص۳۵۶
۷۴ - محمد محسن محسن (مشہور نعت گو) شاگرد ہادی علی اشک بجنوری ص۳۶۷
۷۵ - محمد مہدی شیدا ص۳۸۱
۷۶ - محمد ہاشم اختر شاگرد ذوق کاکوروی ص۳۸۸
۷۷ - مولوی محی الدین ذوق ص۳۸۹
۷۸ - مولوی حاجی مسیح الدین خاں بہادر میر منشی گورنر جنرل ص۳۹۹
۷۹ - منشی مشرف علی مضطر شاگرد منشی ظہور الدین احمد ظہور ص۴۰۲
۸۰ - منشی مقبول احمد محو - شاگرد منشی محمد رضا صبر - (برادر معظم خود) منشی مقصود احمد نطق ص۴۰۹
۸۱ - منشی مقصود احمد نطق شاگرد منشی محمد رضا صبر ص۴۱۰
۸۲ - منظور الدین خاں سرور ص۴۱۹
۸۳ - منشی مومن علی خاں مفتون شاگرد ساحر کاکوروی ص۴۲۰
۸۴ - قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خاں بہادر اشرف جنگ ثاقب ص۴۳۲
۸۵ - منشی نظیر حسن اوج شاگرد صبر کاکوروی ص۴۵۷
۸۶ - مولوی حاجی شاہ علی نقی یاور خاں ہیچ و تسلیم ص۴۵۹

۸۷ ۔ مولوی حاجی نورالحسن نیّر ابن حضرت محسن کاکوروی (مولف نوراللغات) ص۴۶۱

۸۸ ۔ نورالدین احمد کیفی ابن ظہورالدین احمد ظہور شاگرد عبدالرؤف شعور ص۴۶۳

۸۹ ۔ منشی واحد علی بسمل شاگرد امیر مینائی ص۴۷۰

۹۰ ۔ مولوی وسیم الدین اختر ص۴۷۳

۹۱ ۔ قاضی وصی علی خاں ص۴۷۴

۹۲ ۔ منشی محمد وہاج الدین ص۴۷۶

۹۳ ۔ منشی ہادی حسن خاں مخمور شاگرد امیر حسن خاں بسمل ص۴۷۹

۹۴ ۔ مولوی یوسف علی ص۴۸۴

۹۵ ۔ (مؤلف مشاہیر کاکوری) حافظ محمد علی حیدر علوی ص۴۹۲

جلاؔل لکھنوی :-
ڈاکٹر محمد حسین

مصنف نے جلاؔل لکھنوی کے سوانح حیات لکھے ہیں؛ ان کے کلام کی خصوصیات پر بحث کی ہے اور ان کے کلام کا انتخاب کیا ہے ۔۔۔ جلاؔل لکھنوی داؔغ اور امیؔر مینائی کے ہم عصر اور لکھنؤ کے بہت مقبول اور مشہور شعراء میں سے تھے۔ ان کے بارے میں یہ پہلی محققانہ تالیف ہے۔

قیمت : تین روپے

سرشار کی ناول نگاری
ڈاکٹر لطیف حسین ادیب

رتن ناتھ سرشاؔر اُردو کے عظیم ناول نگار ہیں۔ ان کی حیات اور کارناموں پر گنتی کے چند مضامین لکھے گئے ہیں اور وہ بھی نہایت تشنہ۔ ڈاکٹر ادیب نے بڑی محنت سے اس کتاب میں سرشاؔر کے حالات زندگی اور تصانیف پر روشنی ڈالی ہے۔ اس تحقیقی مقالے پر مصنف کو الٰہ آباد یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی سند عطا کی تھی۔

قیمت :-
چھ روپے پچاس پیسے

انجمن ترقی اُردو ۔ بابائے اردو روڈ کراچی ملے

انجمن ترقی اُردو کی دیگر مطبوعات

سودا
شیخ چاند مرحوم

اردو تنقید وتحقیق میں شیخ چاند کی ذات شعلۂ مستعجل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مرحوم نے بہت کم عرصے میں بعض ایسی تحریریں ہمارے ادب کو دیں جو علمی و ادبی اعتبار سے بہت بلند پایہ ہیں۔ یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں مرزا رفیع السودا کے حالات زندگی اور کلام پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی۔ اب دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔

قیمت : چھ روپے

آرٹ اِن اُردو پوئیٹری (انگریزی)
شہاب الدین رحمت اللہ

اس میں اُردو زبان کی تاریخ اور شاعری کا ارتقاء نیز اہم شعراء کے منتخب اشعار کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ مؤلف مصور بھی ہیں۔ اور انہوں نے بعض اشعار کو تصاویر کی صورت میں بھی ڈھالا ہے۔ کتاب بڑے سائز پر نہایت نفاست سے طبع کی گئی ہے۔

قیمت: چھ روپے پچھتر پیسے

فن شاعری (بوطیقا) :-
تصنیف :- ارسطو۔ ترجمہ عزیز احمد

ارسطو کے مشہور رسالے "بوطیقا" کا مستند ترجمہ مع حواشی۔ شروع میں مترجم نے ایک فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں ارسطو کے نظریۂ شاعری پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

قیمت :- دو روپے پچاس پیسے

مقالات حالی (اوّل)
مولانا الطاف حسین حالی

مولانا الطاف حسین حالیؔ مرحوم کے علمی، ادبی اور دینی مضامین جو مختلف اخباروں اور رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے تھے ایک جگہ جمع کر دیئے گئے ہیں۔

قیمت :- تین روپے

خطبات عبدالحق
بابائے اُردو

یہ بابائے اردو کی صدارتی تقریروں اور لیکچروں کا مکمل مجموعہ ہے جس میں اردو زبان و ادب کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا پیش لفظ ہے۔

قیمت نو روپے

سب رس
ملا وجہی

یہ کتاب سلطان عبداللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف ہے۔ اردو نثر کی یہ نایاب اور قدیم کتاب بہت محنت اور تحقیق کے بعد خاص اہتمام اور صحت سے چھاپی گئی ہے۔ شروع میں بابائے اردو کا محققانہ مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہیں

قیمت : چھ روپے

انجمن ترقی اُردو۔ بابائے اُردو روڈ کراچی ۱

عابد رضا بیدار

اختر شہنشاہی

(اشاریہ)

(۲)

۹۵۔ البیلا۔ بدایوں... ہفتہ وار، ۴ ورق خورد... مالک علی امجد حسین زدار اثنا عشری۔ ایڈیٹر علی ارشد حسین... اجراء اشتہار یکم اپریل ۱۸۸۶ء

۹۶۔ امیر الاخبار۔ بمبئی... ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط... مالک سید امیر علی حیدر آبادی، ایڈیٹر منشی امراؤ علی... اجرا یکم مئی ۱۸۶۸ء

۹۷۔ امیر الاخبار۔ لوہارو، بحکم... نواب علاؤ الدین احمد خان... پندرہ روزہ ورق کلاں... مہتمم مرزا عبد القادر بیگ... اجرا جنوری ۱۸۷۲ء

۹۸۔ امیر الاخبار۔ کلکتہ... مہینے میں آٹھ مرتبہ، ۲ ورق اوسط... مالک غلام حضرت خستہ... اجرا یکم اپریل ۱۸۸۲ء

۹۹۔ ٹونک۔ ٹونک... مالک سید محمد نائب بخشی الملک، مہتمم سید سیف الدین... اجرا اشتہار یکم ستمبر ۱۸۸۲ء

۱۰۰۔ امامیہ۔ لکھنؤ... عشرہ وار، ۸ ورق خورد... مالک سید عباد علی، مہتمم عابد رضوی... اجرا ۱۵ اکتوبر ۱۸۸۲ء

۱۰۱۔ امجد الاخبار۔ بدایوں... ہفتہ وار، ۴ ورق خورد... مالک علی امجد حسین... ایڈیٹر علی ارشد حسین۔ اجرا ۱۵ فروری ۱۸۸۵ء

۱۰۲۔ امپیریل پیپر۔ لاہور، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط... مالک سید رجب علی شاہ، مہتمم سید رحمت علی شاہ... ۲۰ مارچ ۱۸۸۶ء

۱۰۳۔ اندر پرست پرکاش۔ دہلی... ہفتہ وار، ۴ ورق خورد ناگری مشترک... مالک پنڈت جنتی پرشاد۔ یکم جون ۱۸۸۳ء

۱۰۴۔ اخبار انجمن ہند۔ لکھنؤ ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط، اجرا ۱۸۶۲ء

۱۰۵۔ اخبار انجمن اسلامی۔ کلکتہ، ماہوار ۵ ورق خورد... میر مجلس۔ عبد اللطیف خاں ——— جنوری ۱۸۶۳ء

۱۰۶۔ اخبار انجمن پنجاب۔ لاہور۔ ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط... ایڈیٹر پیر زادہ محمد حسین ——— جنوری ۱۸۷۰ء

۱۰۷۔ اخبار انجمن رفاہ۔ گونڈہ... ماہوار، ۸ ورق خورد۔ پہلے باہتمام گلاب رائے... اب ۱۸۸۲ء سے منشی کرپا دیال، اجراء یکم جولائی ۱۸۷۰ء

۱۰۸۔ اخبار انجمن مناظرہ۔ دہلی... ماہوار، ۲ ورق خورد... سکریٹری۔ نذیر علی ——— ۱۵ جولائی ۱۸۷۱ء

۱۰۹۔ اخبار انجمن شاہجہاں پور۔ شاہجہاں پور... ہفتہ وار ۱۶ ورق اوسط... مہتمم سید محمد طاہر ——— ۲۱ جولائی ۱۸۷۳ء

۱۱۰۔ **اخبار انجمن مذاکرہ علمیہ**: پٹنہ۔۔ ماہوار۔ ۶ اوراق خورد۔۔ نائب میر مجلس۔۔ سید ولایت علی خاں۔ ـــــ ۸ ر مارچ ۱۸۷۴ء

۱۱۱۔ **اخبار انجمن مفید عام**۔ لاہور، ماہوار، ۸ ورق خورد۔۔ مہتمم مرزا فتح محمد بیگ۔۔ اندر سکریٹری حافظ حبیب الرحمٰن ۔۔ اجراء ۸ ر مارچ ۱۸۷۴ء

۱۱۲۔ **اخبار انجمن اسلام**: لکھنو، ماہوار، ۱۳ ورق اوسط۔۔ میر مجلس سید امتیاز علی علوی۔۔ ـــــ ۱۸۷۵ء

۱۱۳۔ **اخبار انجمن تہذیب**: کانپور۔۔ سہ ماہی، ۱۲ ورق خورد۔۔ مہتمم سید حافظ عبداللہ بلگرامی ـــــ ۱۸۷۵ء

۱۱۴۔ **اخبار انجمن اسلام**۔ جلیسور، ماہواری۔۔ ۸ ورق، اجراء ۱۸۸۱۔

۱۱۵۔ **اخبار انجمن علمی**۔ بدایوں۔۔ ماہواری، ۸ ورق خورد۔۔ سکریٹری حافظ فضل اکرم، آنریری سکریٹری اختر الدولہ حاجی سید محمد اشرف نقوی۔۔ اجراء ۱۶ر اگست ۱۸۸۲ء

۱۱۶۔ **اخبار انجمن پشاور**۔ پشاور، ۱۲ ورق خورد، سالانہ، اجراء ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء۔

۱۱۷۔ **اخبار انجمن عقل افروز**۔۔ رتلام، ہفتہ وار، ۴ ورق خورد، مالک قادر بخش، اجراء جون ۱۸۸۳ء

۱۱۸۔ **اخبار انجمن رفاہ عام**۔ لدھیانہ، ماہواری، ۱۸ ورق خورد۔۔ ایڈیٹر مرزا عبداللہ، اجراء ۳۱ر جنوری ۱۸۸۴ء

۱۱۹۔ **اخبار انجمن زراعت**۔ بجنور۔۔ ۱۰ اوراق ماہواری۔ سکریٹری، پنڈت سری لال ـــــ ۳۰ر اپریل ۱۸۸۴ء۔

۱۲۰۔ **اخبار انجمن فیضان عام**۔ گوجرانوالہ۔۔ ۴ ورق خورد، ماہواری۔۔ مہتمم دیوان چند ـــــ یکم جون ۱۸۶۶ء

۱۲۱۔ **انوار الشمس**۔ یہ رسالہ قانونی۔۔ لاہور سے ہفتہ وار چھوٹے ۱۵ ورقوں پر۔۔ شائع ہوتا ہے۔۔ مالک دیوان بوٹا سنگھ۔۔ اجراء ۱۸۶۷ء

۱۲۲۔ **انسٹی ٹیوٹ گزٹ**۔ علی گڑھ۔۔ انگریزی مشترک، ہفتہ میں دوبار ہوگیا۔ پہلے ہفتہ وار تھا۔ مجاریہ سینٹیفک سوسائٹی۔ پہلے اس اخبار کا نام سنٹیفک سوسائٹی تھا جب مہتمم حافظ عبدالرزاق و ایڈیٹر مولوی محمد اسمٰعیل تھے اب ایڈیٹر اس کے۔۔ سید احمد خاں۔۔ اور مہتمم لالہ گلاب رائے۔۔ اجراء ۱۸۶۶ء

۱۲۳۔ **انسٹی ٹیوٹ**۔۔ مظفر نگر، ماہواری، ۱۰ ورق خورد، سکریٹری نہال چند مہتمم محمد ذکریا ـــــ یکم جون ۱۸۶۷ء

۱۲۴۔ **انسٹی ٹیوٹ**۔۔ پٹنہ۔۔ ہفتہ وار، ۲ ورق کلاں۔۔ انگریزی مشترک۔۔ میر مجلس سکریٹری شمس العلماء مولوی محمد حسین۔۔ مہتمم محمد اسحاق۔۔ اجراء یکم جولائی ۱۸۸۶ء

۱۲۵۔ **انڈین پنچ**۔ لکھنؤ۔۔ ہفتہ وار۔۔ ۶ ورق اوسط۔۔ نوروز علی خاں شیدا مرحوم نے جاری کیا۔ بعد وفات شیدا ۔۔ باہتمام کرشن چندر قیصر کے نکلا۔۔ اجراء یکم جنوری ۱۸۸۰ء

۱۲۶۔ **انڈین کرانکل**۔ پٹنہ۔۔ ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط۔۔ ایڈیٹر رحمت اللہ۔۔ بالفعل اس کی اشاعت ملتوی ہے۔۔ اجراء یکم جولائی ۱۸۸۱ء۔

۱۲۷ - انڈین لار پورٹ - آگرہ ۔۔ ۱۲ ورق، ماہواری ۔۔، مالک محمد حسین، اجرا یکم جنوری ۱۸۸۱ء

۱۲۸ - انڈین لارپورٹ - فتح پور، ۱۵ ورق خورد، ماہواری ۔۔، مالک کنج بہاری لال ــــــ یکم جنوری ۱۸۸۱ء

۱۲۹ - انڈین رپورٹ - امرتسر، ماہواری، ۲۰ ورق خورد، رسالہ فیصلہ جات ہائی کورٹ. مہتمم بادا نرائن سنگھ ۔۔،
اجرا یکم جنوری ۱۸۸۶ء

۱۳۰ - انیس بہار - پٹنہ ۔۔ روزانہ، دو ورق کلاں ۔۔ مالک سید اصغر علی ــــــ اجرا ۱۸۷۶ء

۱۳۱ - انیس ہند - آگرہ ۔۔، پندرہ روزہ ۔۔، مالک مرزا اشتیاق حسین تخلص اثنا عشری ۔۔، ایڈیٹر سید لیاقت علی
۔۔۔ یکم ستمبر ۱۸۸۳ء ۔

۱۳۲ - انیس - پٹنہ ۔۔، ہفتہ وار، ۲ ورق اوسط ۔۔، مالک عبدالقادر، ایڈیٹر عابد حسین ــ ۱۶ اگست ۱۸۸۷ء

۱۳۳ - انتخاب قوانین - کانپور ۔۔، ماہواری قانون ونظائر کا رسالہ، ۲۴ ورق خورد ۔۔، مالک شیام لال. یکم جنوری ۱۸۷۸ء

۱۳۴ - انتخاب - لکھنؤ ۔۔ شعر وسخن کا ماہواری چھوٹے ۱۲ ورقوں کا رسالہ، مالک سخاوت علی خاں مورخہ ۔،
یکم نومبر ۱۸۸۲ء ۔

۱۳۵ - انتخاب الحکمت گورداس پور، ماہواری، ۶ ورق خورد، حکمت کا رسالہ ۔۔، مالک وایڈیٹر گیا رام یکم جنوری ۱۸۸۸ء

۱۳۶ اودھ اخبار - لکھنؤ ۔۔، روزنامہ، ۶ ورق اوسط ۔۔، مالک نولکشور ۔۔، از مطبع نولکشور پریس، اجرائے مطبع ۲۳
نومبر ۱۸۵۸ء، اجراء اخبار ۱۸۵۹ء

۱۳۷ - اودھ گزٹ - لکھنؤ ۔۔، مالک جیکب، مہتمم گنگا پرشاد ۔۔، اجرا ۱۸۶۱ء ۔

۱۳۸ - اودھ گورنمنٹ گزٹ. لکھنؤ ۔۔، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط ۔۔، اجرا ۱۸۶۳ء

۱۳۹ - اودھ پنچ - لکھنؤ ۔۔، ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط ۔۔، مالک سجاد حسین ۔۔، اجرا یکم جنوری ۱۸۷۷ء ۔

۱۴۰ - اودھ ریفارمر - لکھنؤ ۔۔، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط ۔۔، مالک خواجہ محمد وزیر ۔۔، ۲۷ نومبر ۱۸۸۳ء کو اشتہار
جاری ہوکر اخبار اب تک جاری نہیں ہوا ۔

۱۴۱ - اوناؤ اخبار - اوناؤ ۔۔، ہفتہ وار، ۴ ورق ۔۔، مالک یعقوب علی ۔۔، اخبار اب تک جاری نہیں ہوا. اجرا اشتہار
یکم جنوری ۱۸۸۶ء

۱۴۲ - آئینہ عیب نمائے ہند. لاہور، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط ۔۔، مالک ٹی. بی. نالوی ۔۔، اجرا یکم اکتوبر ۱۸۷۱ء

۱۴۳ - آئینہ علم - الہ آباد، ماہواری، ۱۸ ورق خورد، نظائر واحکام مضامین قانون ۔۔، مالک سوہن لال ۔،
اجرا ۱۸۶۰ء ۔

۱۴۴ - آئینہ آئین ہند - گوجرانوالہ، ماہواری، ۶ ورق خورد، خلاصہ نظائر جمیع ہائے کورٹ ہندوستان ۔ مرتبہ فاخر حسین اجرا جنوری ۱۸۷۹ء

۱۴۵۔ آئینہ ریاضی۔ شاہجہاں پور، ماہواری، ۶ ورق خورد۔۔ مالک تجا ور سنگھ۔۔ یکم جنوری ۱۸۷۹ء

۱۴۶۔ آئینہ سکندری۔۔ مراد آباد۔۔ ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط۔۔ مالک احمد بخش۔۔ مہتمم نظام الدین۔۔ یکم مئی ۱۸۸۱ء

۱۴۷۔ آئینہ تہذیب۔ سید پور، ضلع غازی پور، ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط۔۔ مالک شیو پرشاد۔۔ مہتمم محمد یٰسین شفق
۔۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۸۲ء

۱۴۸۔ آئینہ ہند۔ لاہور۔۔ ماہواری، ۱۶ ورق خورد۔۔ مالک رنگی رام مختار۔۔ یکم جنوری ۱۸۸۳ء

۱۴۹۔ آئینہ طبابت۔ آگرہ، ماہواری، ۱۴ ورق خورد۔۔ مالک امام الدین احمد۔۔ ۱۸۶۹ء

۱۵۰۔ آئینہ نمائش۔ کلکتہ۔۔ روزانہ ایک ورق کلاں بزمانہ ایام نمائش ۳ ماہ تک جاری رہا۔ مالک غلام ہمدانی
۔۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۸۳ء۔

۱۵۱۔ آئینہ اخلاق۔ لاہور۔۔ ۴ ورق خورد۔۔ ایڈیٹر عبد العزیز (غالباً ہفتہ وار)۔۔ یکم دسمبر ۱۸۸۴ء

۱۵۲۔ آئینہ تجارت۔ کارخانہ تجارت کی سالانہ روداد۔۔ مراد آباد۔۔ باہتمام امجد علی۔۔ ۱۲ ورق خورد۔۔ ۱۸۸۲ء

۱۵۳۔ آئینہ تجارت۔ آگرہ۔۔ ہفتہ وار، مالک مرزا اشتیاق حسین نظم، مہتمم مرزا عاشق حسین بزم، ایڈیٹر سید
لیاقت علی۔۔ اجرائے اشتہار یکم جنوری ۱۸۸۵ء

۱۵۴۔ آئینہ سخن۔ فتح پور۔۔ ماہواری، ۸ ورق خورد۔۔ مالک صدیق احمد قادری، اجراء ۱۸۸۶ء

۱۵۵۔ آئینہ روزگار۔ غازی پور۔۔ ہفتہ وار، ۴ ورق خورد۔۔ مالک پانڈے رام سرن لال۔۔ غالباً اجراء ۱۸۸۸ء

۱۵۶۔ آئینہ انگریزی سوداگری۔ لندن۔۔ مالک گلبرٹ۔ اور۔ درنگٹن۔۔ ۳۶ ورق اوسط، سہ ماہی۔۔ جنوری ۱۸۸۷ء

۱۵۷۔ اچلیسن گزٹ۔ گورگانوں۔۔ پندرہ روزہ۔۔ مالک چودھری پنڈت منی جیالال سرادگی۔۔ اشتہار یکم فروری ۱۸۸۵ء

۱۵۸۔ ایران۔ طہران۔۔ زبان فارسی، ہفتہ وار ۲ ورق کلاں۔۔ ۱۸۸۴ء

۱۵۹۔ ایڈورٹائیزر۔ دہلی۔۔ پندرہ روزہ۔۔ یکم جون ۱۸۸۴ء

۱۶۰۔ آئرن منگر۔ لندن۔۔ انگریزی و جرمنی و اطالین و ڈچ اردو زبان میں تتمہ بھی اردو میں ہوتا ہے، اجراء اشتہار ۱۸۸۸ء

۱۶۱۔ اعجاز۔ یہ اخبار لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اجراء جنوری ۱۸۵۷ء

۱۶۲۔ انبالہ گزٹ۔ انبالہ۔۔ ہفتہ وار، ۸ ورق خورد۔۔ مالک ہربنس لائے۔۔ یکم اگست ۱۸۸۷ء

۱۶۳۔ انجینئرنگ گائیڈ۔ لاہور۔۔ ماہواری، ۶ ورق اوسط۔۔ مہتمم کریم بخش۔۔ یکم جنوری ۱۸۸۵ء

۱۶۴۔ امرتسر گزٹ۔ امرتسر، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط۔۔ مالک نیاز علی خاں۔۔ اجراء ۵ جنوری ۱۸۸۸ء

۱۶۵۔ اسکول ماسٹر۔ فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ۔۔ ہفتہ وار۔۔ ۴ ورق خورد۔۔ منشی محبوب عالم مالک۔۔ اجراء
یکم فروری ۱۸۸۷ء۔

۱۶۶۔ **باوا آدم پنچ** ۔۔ بنارس ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط ۔۔، ایڈیٹر ڈاکٹر اشفاق حسین ۔۔، اجرا ۱۲ر اکتوبر ۱۸۸۱ء

۱۶۷۔ **بنارس پنچ** ۔ بنارس۔ ضمیمہ باوا آدم پنچ، مہتمم ڈاکٹر اشفاق حسین، ۲ ورق اوسط ــــ ۱۲ر اکتوبر ۱۸۸۱ء

۱۶۸۔ **باغبان** ۔ لاہور، ۳۲ ورق خورد، ماہواری ۔۔، مالک نورالدین فلکسد ایڈیٹر عزیزالدین ۔۔ یکم دسمبر ۱۸۸۶ء

۱۶۹ **بادِ صبا** ۔ بنگلور، ہفتہ میں چار بار، دوسرے روزہ، ۲ ورق اوسط ۔۔، مالک محمد ابراہیم طپش، ایڈیٹر عبدالقادر

۱۷۰۔ **بحرِ حکمت** ۔ لاہور، پندرہ روزہ، ۸ ورق اوسط ۔۔، مالک رائے ہرسکھ رائے ۔۔ ــــ ۱۸۶۲ء

۱۷۱۔ **بحرالاسلام** بنگلور، مجاریہ انجمن زمرۂ احباب، سکریٹری۔ عبدالمجیب ــــ یکم مئی ۱۸۷۵ء

۱۷۲ **بدّیا بلاس۔** جموں، ریاست کشمیر، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط، ناگری مشترک ۔۔، مالک پنڈت بنکٹ رام

شاستری ــــ ۱۸۶۷ء

۱۷۳۔ **برقِ خاطف** ۔ بمبئی ۔۔، ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط ۔۔ مالک سید مظفر حسین، مہتمم۔ امیرالدین نزہت ــ ۱۸۵۸ء

۱۷۴۔ **برق** ۔ بمبئی ۔۔ ماہواری شعر و سخن، ۹ ورق خورد کا گلدستہ ۔۔، مالک نواب علی حسرت لکھنوی، مہتمم

ابوالحسن جوہر دہلوی ــــ یکم جولائی ۱۸۸۵ء

۱۷۵۔ **برادرِ ہند** ۔ لاہور، ماہواری ــــ یکم جون ۱۸۸۲ء

۱۷۶۔ **بریلی تت بودھنی تپرکا۔** بانس بریلی ۔۔ ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط ۔۔۔ مہتمم گلاب شنکر ــــ ۱۸۶۰ء

۱۷۷۔ **بزمِ سخن** ۔ دہلی، شعر و سخن کا گلدستہ ــــ اجرا اشتہار جنوری ۱۸۷۷ء

۱۷۸۔ **بلند اختر** ۔ مراد آباد ۔۔، ماہواری ۔ ۸ ورق ۔۔، مالک مشیرالدولہ سفیرالملک قاضی سید جمشید علی جم ۔۔ یہ اخبار

شامل اخبار جامِ جمشید ہوگیا ــــ ۵ر دسمبر ۱۸۷۰ء

۱۷۹۔ **بنارس گزٹ** ۔ بنارس ۔۔، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط ۔۔، مالک گوبند رگھوناتھ ــــ ۱۸۵۴ء

۱۸۰۔ **بنارس گزٹ۔** بنارس ۔۔، مالک، بوسدہ گوپال ۔۔، ایڈیٹر اشرف علی، ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط ــ ۳ر اپریل ۱۸۸۲ء

۱۸۱۔ **بنگال پنچ** ۔ کلکتہ ۔۔، ہفتہ وار، ۲۰ ورق اوسط، مالک اسفندیار خان ۔۔، ایڈیٹر غلام حضرت خان ۔۔،

۔۔ یکم جولائی ۱۸۸۰ء

۱۸۲۔ **بنگلور اخبار۔** بنگلور ۔۔، ہفتہ میں دو بار ۔۔، ۲ ورق خورد ۔۔ ــــ جولائی ۱۸۸۷ء

۱۸۳۔ **بوستان العاشقین۔** لکھنؤ ۔۔ ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط ۔۔۔ لک مول راج ۔۔ ایڈیٹر دیوی پرشاد ــ ۷ر دسمبر ۱۸۷۷ء

۱۸۴۔ **بہارِ انجمن** ۔ فیض آباد، گلدستہ شعر و سخن، ماہواری، ۲۴ ورق خورد ۔۔، مہتمم نواب عباس مرزا خان صاحب

محیط نبیرۂ نواب شجاع الدولہ ۔۔، ایڈیٹر عباس مرزا ہوش ۔۔، ــــ ۵ر مئی ۱۸۸۲ء

۱۸۵۔ **بہارِ شملہ** ۔ شملہ، ہفتہ وار، مالک عبدالقادر نائب ــــ اجرائے اشتہار اکتوبر ۱۸۸۶ء

۱۸۶۔ **بہارستانِ شوخی**۔ بلند شہر،، ماہواری، ۸ ورق خورد، شعر و سخن کا رسالہ،، ـــــ اجراء اشتہار ۱۵ جولائی ۱۸۸۵ء

۱۸۷۔ **بہارِ بے خزاں**۔ میسور،، گلدستۂ نعتیہ، ضمیمہ گلدستۂ وظائف۔ مجاریہ انجمن کمالیہ، میر مجلس عبداللہ سیٹ خوشحال شاگردِ رحمت میسوری،، ماہواری،، مہتمم محمد علی خاں بیدار ـــ اجرائے اشتہار ۲ جنوری ۱۸۸۶ء

۱۸۸۔ **بہارِ ہند**۔ کلکتہ،، (۴ ورق)،، مالک عمر خدا ناخدا، مہتمم سید عبدالرحیم ابد،، ـــ اجرائے اشتہار مئی ۱۸۸۵ء

۱۸۹۔ **بہارِ ہند**۔ آگرہ،، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط،، مالک مشرف حسین خاں،، ایڈیٹر سید مومن حسین صفی،، اجراء جون ۱۸۸۱ء۔

۱۹۰۔ **بہارِ ہند**۔ لکھنؤ،، ماہواری، ۱۶ ورق،، مالک اصغر علی، محمد علی تاجران عطر۔ مہتمم مرزا محمد تقی عرف چھوبیگ عاشق،، اجراء اشتہار یکم اکتوبر ۱۸۸۷ء۔

۱۹۱۔ **بہارِ سخن**۔ رتلام، ۱۰ ورق خورد،، مالک رام کشن جوش،، مہتمم سید قادر علی شوق ـــ یکم جنوری ۱۸۸۵ء

۱۹۲۔ **بہارِ سخن**۔ کانپور،، ماہواری، ۸ ورق خورد،، مالک عنایت حسین خاں ـــ ۱۵ جون ۱۸۸۵ء

۱۹۳۔ **بہارِ سخن**۔ گورکھپور،، ماہواری، ۸ ورق، مالک جلیس رئیس مچھلی شہر، مہتمم حافظ محمد طٰہٰ نشتر ۱۵ اگست ۱۸۸۷ء۔

۱۹۴۔ **بہارِ پنچ**۔ پٹنہ،، ہفتہ وار ۴ ورق اوسط۔ مالک محمد اکبر خاں، مہتمم نوروز علیخاں شیدا۔ ۲۱ نومبر ۱۸۷۶ء

۱۹۵۔ **بے نظیر**۔ لکھنؤ،، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط،، ایڈیٹر پنڈت شیو ناتھ سنگھ، اجراء اشتہار ۱۵ جنوری ۱۸۸۴ء

۱۹۶۔ **بھاگل پور نیوز**۔ بھاگل پور،، پندرہ روزہ، انگریزی و ناگری مشترک، ۴ ورق کلاں،، مالک شب چند بابو جی، ایڈیٹر فراں سیس آں تنے ـــ ۱۸۸۲ء

۱۹۷۔ **بیاگھر پادپرکاشک**۔ قلعۂ بے سواں۔ ضلع علی گڑھ۔ مالک ٹھاکر گورپرشاد نرم رئیس اعظم و تعلقہ دار ریاست بے سواں۔ مہتمم دوارکا پرشاد،، اجراء ۱۸۷۰ء

۱۹۸۔ **بیسر بر**۔ دہلی،، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط،، مالک افضل خاں،، اجراء اشتہار، مارچ ۱۸۸۵ء

۱۹۹۔ **بیسر بر**۔ سیالکوٹ۔ ہفتہ وار، ۴ ورق خورد،، مالک گیان چند، مہتمم برج لال،، یکم اپریل ۱۸۷۶ء

۲۰۰۔ **برار پنچ**۔ کھولاپور ضلع امراؤتی،، مالک کرشن لال جوش،، ـــ مارچ ۱۸۸۶ء

۲۰۱۔ **بلبلِ ہند**۔ مراد آباد،، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط،، مالک مرزا احمد حسین بیگ تسخیر، مہتمم کشن سروپ۔ اجراء ۱۶ جنوری ۱۸۸۸ء

۲۰۲۔ **پنجابی اخبار**۔ لاہور،، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط،، مجاریہ سید محمد عظیم مرحوم۔ ایڈیٹر حافظ عمر دراز فائق اب ہفتہ میں دو بار،، اجراء،، ۱۸۶۵ء۔

۲۰۳۔ **پنجاب پنچ**۔ لاہور،، ہفتہ وار ۲ ورق اوسط،، مجاریہ فتح الدین، مالک نہال الدین، ایڈیٹر فیروز الدین۔ ضمیمہ،، اخباروں کی قبلہ گاہ،، اجراء ۱۸۷۸ء۔

۲۰۴۔ **پنجاب لوکل سلف گزٹ۔** گوجرانوالہ.. ماہواری.. ۲۵ ورق سے ۳۵ ورق خورد تک۔ مالک ومہتمم مرزا انور علی
اجراء ۱۵ نومبر ۱۸۸۴ء۔

۲۰۵۔ **پنجاب سماچار۔** پنجاب سماچار.. قصبہ ادنہ.. ہوشیارپور عشرہ دار.. ۴ ورق خورد.. مالک سردار پرتاپ سنگھ
اجراء ۲۵ راکتوبر ۱۸۸۶ء۔

۲۰۶۔ **پنجاب اوپی نین۔** عرف نابھ پیپر۔ ہوشیارپور۔ ہفتہ وار، چار ورق خورد۔ سسندگی خاں صفی نے چھاپا ———،
بالک رام مالک مینجر.. اجراء ۱۵ اپریل ۱۸۸۶ء۔

۲۰۷۔ **پنجاب ریویو۔** امرتسر.. ماہواری، ۷۸ ورق خورد.. ایڈیٹر و مالک پادری رجب علی.. یادگار فیضی ابوالفضل
سابق ایڈیٹر اخبار وکیل ہند و مخبر ہند و شمس الاخبار و کوکب عیسوی اور ہند پرکاش اجراء یکم جنوری ۱۸۸۶ء۔

۲۰۸۔ **پیام یار۔** لکھنؤ۔ ماہواری گلدستہ۔ ۱۲ ورق خورد، مہتمم نثار حسین نثار.. اجراء ۱۸۸۲ء۔

۲۰۹۔ **پیام عشاق۔** لکھنؤ۔ ماہواری گلدستہ.. ۸ ورق خورد.. مالک سید نفور حسین خاں.. اجراء ۲۳ رمئی ۱۸۸۳ء۔

۲۱۰۔ **پیام عاشق۔** قنوج.. ضلع فرخ آباد.. ۱۰ ورق خورد۔ ماہواری گلدستہ۔ مہتمم بھگو خاں۔ رحیم.. اجراء ۱۴ اپریل ۱۸۸۴ء۔

۲۱۱۔ **پیام۔** ناگپور، ہفتہ وار، ۴ ورق.. مہتمم حاجی ایڈیٹر جہانگیر خاں بعبیر.. اجراء.. ۴ رجولائی ۱۸۸۷ء۔

۲۱۲۔ **پبلک اوپی نین۔** بنارس.. ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط.. مالک محمد حنیف.. انگریزی مشترک.. آنریری
ایڈیٹر۔ اختر الدولہ حاجی سید محمد اشرف.. اجراء ۱۴ رمئی ۱۸۸۳ء۔

۲۱۳۔ **پبلک نیوز۔** لاہور.. ہفتہ وار، ۴ ورق خورد.. ضمیمہ راوی۔ مہتمم ہر گوپال.. دتاتری اجراء ۹ راپریل ۱۸۸۷ء۔

۲۱۴۔ **پیک آصفی۔** حیدرآباد.. دو ورق اوسط، روزمرہ.. مالک سید احمد.. اجرائے اشتہار یکم جنوری ۱۸۸۴ء۔

۲۱۵۔ **پیکِ صبا۔** کلکتہ.. دو ورق اوسط، روزانہ، مالک عمر محمد ناخدا، ایڈیٹر سید عبدالرحیم ابد...،
اجراء یکشنبہ ۲۶ راپریل ۱۸۸۵ء۔

۲۱۶۔ **پرکالۂ آتش۔** قنوج.. فرخ آباد.. دوسرا نام قنوج پنچ۔ پندرہ روزہ، ۴ ورق اوسط.. اہتمام سے
بھگو خاں رحیم.. اجراء یکم اگست ۱۸۸۵ء۔

۲۱۷۔ **پولیس گزٹ۔** لاہور۔ ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط.. مالک چیف انسپکٹر جنرل.. پولیس پنجاب.. اجراء ۱۸۶۱ء۔

۲۱۸۔ " " الہ آباد۔ ہفتہ وار، چار ورق اوسط ——— اجراء ۱۸۶۲ء۔

۲۱۹۔ **پرنس آف ویلیس گزٹ۔** کیمپ میرٹھ.. ہفتہ وار، ۴ ورق کلاں.. مالک رائے گنپتی لال — ایڈیٹر لالہ خوشوقت
رائے.. اجراء ۱۸۷۶ء۔

۲۲۰۔ **پاٹے خاں۔** لاہور، ہفتہ وار، ۴ ورق خورد.. مالک عبدالرحمٰن.. اجراء جنوری ۱۸۸۶ء۔

۲۲۱۔ **پیسہ اخبار**۔ گوجرانوالہ۔ ہفتہ وار، ۴ ورق خورد۔ مالک منشی محبوب عالم۔ اجرا، ۱۸۸۷ء

۲۲۲۔ **پیکر**۔ گورکھپور۔ ماہواری ۸ ورق خورد۔، مالک عبداللطیف خاں۔ مہتمم خواجہ محی الدین لکھنوی۔۔۔، اجرا اشتہار اپریل ۱۸۸۷ء۔

۲۲۳۔ **تاج الاخبار**۔ لکھنؤ۔۔ مہینہ میں پندرہ بار، چار ورق اوسط۔، باہتمام لالہ گوکل پرشاد۔، اجرا یکم جنوری ۱۸۷۴ء

۲۲۴۔ **تاج الاخبار**۔ رام پور مقام دردولت عربی۔۔ روہیل کھنڈ۔، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط۔۔ مالک امیر احمد مینائی اوستاد ونزئی ریاست۔۔، مہتمم حافظ محمدؐ احمد قمر لکھنوی اجرا یکم ستمبر ۱۸۷۵ء

۲۲۵۔ **تاج الاخبار**۔ راولپنڈی، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط۔۔، مالک بابو نرائن داس۔۔۔، ایڈیٹر منشی رام سہائے اجرا یکم نومبر ۱۸۸۴ء۔

۲۲۶۔ **تحفۂ پنجاب**۔ امرتسر، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط۔۔، مالک بلرام سنگھ۔۔، اجرا ۱۸۷۵ء

۲۲۷۔ **تحفۂ کشمیر**۔ سری نگر، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط۔۔، مالک ہر سکھ رائے۔۔، اجرا ۱۸۷۶ء

۲۲۸۔ **تحفہ**۔ مدراس۔۔، پندرہ روزہ۔۔، سولہ ورق خورد۔۔، مالک زین الدین احمد۔، اجرا یکم جولائی ۱۸۸۴ء

۲۲۹۔ **تحفۂ عشاق**۔ لکھنؤ۔ ماہواری گلدستہ۔۔، مالک معصوم علی محشر۔۔، اجرا۔ ۱ر مئی ۱۸۸۴ء۔

۲۳۰۔ **ترجمان**۔ ناگپور۔۔، ہفتہ وار، چار ورق اوسط۔۔، مالک عثمان خاں۔۔، اجرا یکم مارچ ۱۸۸۴ء

۲۳۱۔ **ترجمان حقیقت**۔ قصور، ضلع لاہور، ہفتہ وار، ۸ ورق۔۔۔ مہتمم ولی اللہ سکریٹری انجمن مفید عام۔ اجرائے اشتہار یکم جولائی ۱۸۸۶ء

۲۳۲۔ **تجارت الاخبار**۔ کلکتہ۔۔، ہفتہ وار، ۸ ورق اوسط۔۔، مالک احسان اللہ عرف بادشا کمپنی سوداگران۔ اجرا یکم مئی ۱۸۸۰ء

۲۳۳ **تہذیب الاخلاق**:۔ علی گڑھ، پندرہ روزہ، ۴ ورق اوسط مالک سید احمد خاں۔ مہتمم منشی مشتاق حسین۔۔، اجرا ۱۸۷۱ء۔

۲۳۴۔ **تہذیب الآثار**۔ سیتاپور۔۔، ماہواری، ۸ ورق خورد۔۔، مجاریہ منی لال بلگرامی۔۔ ایڈیٹر۔۔، اجرا یکم ستمبر

۲۳۵۔ **تہذیب**۔ مرادآباد۔، ہفتہ وار، ۶ ورق اوسط۔۔، مالک راحت علی خاں۔۔، ۱۸۸۲ء

۲۳۶۔ **تہذیب سخن**۔ کھولاپور۔ ضلع امراؤتی۔۔، گلدستہ شعر وسخن، ۴ ورق خورد ماہواری۔۔، مارچ ۱۸۸۶ء

۲۳۷۔ **تہذیب سخن**۔ کانپور۔۔، گلدستہ، ۸ ورق نہایت خورد، ماہواری۔ مالک شیخ احمد علی احمد۔۔، جولائی ۱۸۸۷ء

۲۳۸۔ **تصویر سخن**۔ متفرا۔ شعر وسخن کا ماہواری گلدستہ، ۸ ورق خورد۔۔، مالک وسیع اللہ شوخ۔ یکم جنوری ۱۸۸۶ء

۲۳۹ **تکمیل الحکمت**۔ لاہور۔ ماہواری۔۔، ۱۴ ورق خورد۔، مالک حکیم احمد علی۔۔، ایڈیٹر ڈاکٹر سید امیر شاہ۔۔، یکم اپریل ۱۸۸۰ء

۲۴۰۔ **تکملہ**۔ آگرہ۔ ۱۰ ورق خورد۔۔، ماہواری پرچہ رسالہ فلاسفر کا تکملہ۔۔۔ مہتمم کرامت علی۔۔ یکم جنوری ۱۸۸۴ء

۲۴۱۔ **تیرہویں صدی۔** آگرہ...، ماہواری، ۱۲ ورق اوسط، مالک مولوی ناصر علی.. یکم جنوری

۲۴۲۔ **تفریح الناظرین۔** آگرہ..، ہفتہ وار، ۴ ورق خورد..، یکم جنوری ۱۸۵۶ء۔

۲۴۳۔ **تبیان الاخبار۔** لکھنؤ..، ہفتہ وار، ۶ ورق خورد۔ مالک مرزا محمد علی اثنا عشری، اجراء ۱۸۸۱ء

۲۴۴۔ **تائید الاسلام۔** ملقب بہ ردِ فیجر و نصاری۔ فہرست مضامین و سبب اجرائے رسالہ (۱) سید احمد خان صاحب بہادر کا جھوٹ (۲) سید احمد خاں صاحب بہادر کی جہالت (۳) سید احمد خاں صاحب بہادر کا مذہب (۴) سید احمد خاں صاحب بہادر کی رائے تذبذب۔

مراد آباد..، ماہواری، ۱۰ ورق اوسط، مالک امجد علی... ایڈیٹر قاضی احتشام الدین...، اجرار یکم شعبان ۱۲۹۸ھ/ ۲۹ جون ۱۸۸۱ء۔

۲۴۵۔ **تعویذ۔** متھرا، ہفتہ وار، ۴ ورق خورد.. مالک بانکے لال زار بدایونی، اجرائے اشتہار یکم جولائی ۱۸۸۵ء

۲۴۶۔ **تیس مار خاں۔** لاہور..، ہفتہ وار، ۴ ورق خورد. ..مالک سردار علی اختر..، اجرار ۶ر جنوری ۱۸۸۶ء

۲۴۷۔ **جام جہاں نما۔** کلکتہ..، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط..، مالک غلام حسین مہتمم منصور حسین..، اجرار ۱۸۴۲ء

۲۴۸۔ **جام جہاں نما۔** لکھنؤ..، ہفتہ وار، ۲ ورق اوسط..، مالک کشن چند قیصر...، اجرار یکم اگست ۱۸۸۳ء۔

۲۴۹۔ **جام جمشید۔** مراد آباد..، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط..، مالک مشیر الدولہ سفیر الملک سید قاضی جنید علی تجم..، اجرار ۱۸۷۶ء

۲۵۰۔ **جار الحق۔** دہلی...، مجاریہ انجمن انصاری، ماہواری، ۸ ورق خورد...، اجرار اشتہار یکم مئی ۱۸۸۴ء

۲۵۱۔ **جامع الکلام۔** لکھنؤ..، پندرہ روزہ، ۸ ورق اوسط، حسب الارشاد راجہ امیر حسن خاں... رئیس محمود آباد ۱۸۷۲ء

۲۵۲۔ **جامع مسائل علم طب۔** گیور رتھلہ، ۱۰ ورق خورد، ماہواری، مالک سردار بوٹا سنگھ سوداگر، ایڈیٹر حکیم عاشق علی ..، —— ۱۸۸۳ء

۲۵۳۔ **جامع العلوم۔** مراد آباد، ماہواری، ۸ ورق خورد، مالک نرائن داس..، یکم جنوری ۱۸۸۴ء

۲۵۴۔ **جامع الاخلاق۔** لکھنؤ..، پندرہ روزہ، ۴ ورق اوسط..، مالک سید محمد حسین اغلب موہانی..، ایڈیٹر سید نظام علی..، ۵ر مارچ ۱۸۸۴ء۔

۲۵۵۔ **جادو۔** دہلی..، شعر و سخن کا ماہواری ۶ ورق کا رسالہ..، مالک۔ رکن الدین جادو۔ مہتمم بدیع الزماں شیون ..، — یکم جنوری ۱۸۸۵ء

۲۵۶۔ **جریدۂ اعلامیہ۔** حیدر آباد دکن، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط، مہتمم مرزا زین العابدین شیرازی..، دولت آصفیہ کے جملہ احکامات (گزٹ)... ۱۸۶۹ء۔

۲۵۷۔ **جریدۂ روزگار۔** مدراس، دوسرے روز، ۶ ورق کلاں..، مالک سید میر تقی شاہ قادری آفندی اب ہفتہ وار اجرا۔ ۱۸۷۵ء

۲۵۸۔ **جریدہ نمائش**۔ کلکتہ۔۔ ہفتہ میں دوبار۔۔ دو ورق اوسط۔۔۔ صرف بغرض اشاعت نمائش۔۔ اجراء یکم دسمبر ۱۸۸۳ء سے آخری فروری ۱۸۸۴ء تک۔

۲۵۹ **جریدہ وطن** کلکتہ، ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط، مالک فرید الدین۔ اجراء اشتہار یکم جولائی ۱۸۸۴ء۔

۲۶۰۔ **جریدۂ انتظامیہ**۔ احکام مصدرہ محکمہ نیابت ریاست بھوپال مجاریہ نواب عبد اللطیف خاں صاحب سی۔ آئی ای سکریٹری انجمن اسلامیہ کلکتہ، ۲ ورق اوسط، ماہواری اجراء یکم ماہ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء۔

۲۶۱۔ **جعفر زٹلی**۔ (اشتہار مجریہ غلام احمد خاں بریاں از قصبہ جھجر بر بانہ۔ ضلع رہتک، پنجاب۔ ۸ یکم جولائی ۱۸۸۵ء سے شروع ہوگا۔)

۲۶۲۔ **جعفر زٹلی**۔ لاہور، ورق ۴ مہینہ میں چار دفعہ۔۔ اجراء ۴ مارچ ۱۸۸۷ء۔

۲۶۳ **جلوۂ طور**۔ میرٹھ۔۔ ہفتہ وار، ۴ ورق کلاں۔۔۔ مالک گنیشی لال۔۔ اجراء ۱۸۶۱ء۔

۲۶۴۔ **جلوۂ ایزدی**۔ میرٹھ۔، ہفتہ وار، ۴ ورق کلاں۔۔ مالک محمد خلیل۔۔ یکم فروری ۱۸۸۶ء۔

۲۶۵ **جلوۂ سخن**۔ مدراس۔۔ عشرہ وار۔۔ مالک سید علی قادر بہار۔۔ یکم فروری ۱۸۸۷ء۔

۲۶۶۔ **جموں گزٹ**۔ سری نگر۔۔ ہفتہ وار اوسط، مجاریہ سید نثار علی شہرت۔۔ یکم جنوری ۱۸۸۴ء۔

۲۶۷۔ **جھجر پنچ**۔ جھجر، ضلع رہتک۔۔ ہفتہ وار، ۲ ورق خورد۔۔ مالک غلام احمد خاں، ایڈیٹر غلام محمد خاں اجرائے اشتہار یکم ستمبر ۱۸۸۴ء۔

۲۶۸ **جونس گزٹ**۔ لکھنؤ۔۔ ہفتہ وار، ۴ ورق اوسط۔۔ مالک کرشن چندر فیقر۔۔ ۸ جنوری ۱۸۸۴ء۔

۲۶۹۔ **جوہر سخن**۔ حیدر آباد، ۱۴ ورق خورد، ماہواری شعر و سخن کا گلدستہ۔۔ مالک عبد اللہ خاں ضیغم۔۔ ۱۹ مئی ۱۸۸۵ء

۲۷۰۔ **جوبلی پیپر**۔ لکھنؤ۔ پندرہ روزہ۔۔ مالک حکیم سید حسن جعفر صاحب جاہ۔۔، بیادگار جشنِ جوبلی قیصرِ ہند۔

۲۷۱۔ **جوبلی گزٹ**۔ میرٹھ، ہفتہ وار۔ ۴ ورق اوسط۔۔ ناگری مشترک۔۔۔ ایڈیٹر کشن سروپ۔۔ ۶ اگست ۱۸۸۷ء

۲۷۲۔ **جے پور گزٹ**۔ جے پور، ہفتہ وار، ۴ ورق کلاں۔۔ ایڈیٹر و مالک بند لال۔۔۔ اجراء ۱۸۷۹ء

۲۷۳ **جیون دھرم**۔ لاہور۔۔ پندرہ روزہ۔ چار ورق اوسط۔۔ مالک پنڈت شیو نرائن اگن ہوتری۔ ایڈیٹر برھمادی سیتا نند اگن ہوتری۔۔ اجرائے ۱۳ جنوری ۱۸۸۳ء

۲۷۴۔ **جین پرکاش ہندوستان**۔ قصبہ فرخ نگر۔ ضلع گورگانوں۔۔ مالک پنڈت چودھری جینی جیالال۔۔ ماہواری، ۴ ورق خورد۔ ناگری مشترک۔۔ یکم مئی ۱۸۸۴ء

۲۷۵ **چشمۂ خورشید**۔ سیالکوٹ، پندرہ روزہ، چار ورق اوسط۔۔ اجراء اپریل ۱۸۵۷ء، مہتمم دیوان چند۔

۲۷۶۔ **چشمۂ فیض**۔ سیالکوٹ، ہفتہ وار، ۲ ورق اوسط۔۔ یکم جولائی ۱۸۵۳ء، مہتمم دیوان چند۔

محمد مصطفےٰ[۱]
(علی گڑھ)

غالبؔ اور فقہ

خلاصہ یہ کہ خدا تو خدا ہے، بندۂ خدا کا ملنا بھی کارے دارد، عارفین کاملین کی صحبت میسّر آنا چیزے دیگر اور ناقصین کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چیزے دیگر، جو لوگ قولاً و فعلاً یا حالاً طمطراق دکھاتے ہیں وہ اکثر بے بہرہ ہوتے ہیں ؎

اے مرغِ سحر عشق زِ پروانہ بیاموز — کاں سوختہ را جاں شُد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بے خبرانند — کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

۲۸ شاہدِ ہستیِ مطلق کی کمر ہے عالم — لوگ کہتے ہیں کہ "ہے" پر ہمیں منظور نہیں

مسلّمہ ہے کہ شاہد کی کمر نازک ہوتی ہے اور جب کمال نزاکت دکھاتے ہیں تو "کمر" کو بال سے زیادہ باریک کرتے کرتے معدوم قرار دیتے ہیں ؎

کیا ہے جو کس کے باندھیے میری بلا ڈرے — کیا جانتا نہیں ہوں تمھاری کمر کو میں

اب ہستی مطلق چونکہ شاہد ہے اس کی کمر بھی ہونا ضروری اور ایسی ویسی نہیں بلکہ نہایت نازک اور وہ ہے "عالم" جس کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ وہ مثل چھوٹی موئی کے ہے۔ اس لئے "ہے" بھی اور "نہیں" بھی پس اُسے شاہد مطلق کے ساتھ وہی نسبت ہوئی جو کمر کو سراپائے محبوب کے ساتھ۔

مرزا اور ترقی کرتے ہیں کہ ہم تو برائے نام بھی اس کے قائل نہیں کہ عالم شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے، کیونکہ عالم تو یکسر عدم ہے، کسی لحاظ سے بھی اس پر وجود کا اطلاق درست نہیں۔

فلسفے کے شیدائی غور کریں گے کہ تصوریت Idealism میں یہ مضمون اس خوبی، اس شیرینی اور اس نزاکت کے ساتھ بھی ادا کیا گیا ہے یا نہیں۔ بیّنو توجدو!

۲۹ نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو — یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں؟

یہ شعر خلوص عاشقانہ اور تسلیم و رضائے مشتاقانہ میں کس قدر ڈوبا ہوا ہے، عاشق کے جگر میں محبوب کے دست نازک سے ایک زخم لگا ہے بہت وسیع، دامن دار، گہرا اور کاری، تماشائیوں کا ایک مجمع ہے کہ اسے دیکھ رہا ہے، کوئی کہہ رہا ہے، افسوس اسے کس نے مارا، کون ایسا سفاک ہے۔ اللہ ہی ہے جو یہ غریب اب بچے۔

---

[۱] تیسری اور آخری قسط۔ اس مضمون کی پہلی دو قسطیں بالترتیب فروری اور مارچ ۶۷ء کے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ (ادارہ)

عاشق کو نہ اس کی پروا ہے کہ زخم جاں کاہ ہے نہ یہ شکایت ہے کہ محبوب بے وفا ہے، اسکی وصیت ہے تو یہ کہ ع۔ رہے نہ جان تو قاتل کو خوں بہا دیجے ، ہاں غم ہے تو بس یہی اور وہم ہے تو محض یہی کہ محبوب کے دست و بازو کو لوگوں کی نظر نہ لگ جائے کہ ایسا ضرب کا لگانے والا اور ایسا جنیؤ کا ہاتھ مارنے والا کوئی بڑا ہی شہ زور ہے عارفین کاملین پر بھی ایسے واردات گزرتے ہیں ، امراض ہیں کہ لا علاج ۔ لوگ ہیں کہ عیادت کو آرہے اور دارو درمن کر رہے ہیں ، کوئی کہتا ہے یا اللہ ہم ایسے گنہگار مبتلائے مصائب ہوں تو ہوں صدقے جائیے تیری مشیت کے کہ اپنے محبوب نبیوں پر بھی اس طرح لطف و کرم کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔

اس لئے لبا اوقات یہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات چاہتے ہیں کہ کوئی ان کے حال سے واقف نہ ہو اور وہ احکام قضا و قدر کے سامنے رضامندی کی گردن جھکائے رہیں ؎

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو　　ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار　　اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو
ہے آدمی بجائے خود اک محشرِ خیال　　ہم انجمن سمجھتے ہیں ، خلوت ہی کیوں نہ ہو

حضرات نقشبندیہ کے اصول میں " خلوت در انجمن " بھی ہے ، ع ، ادھر مخلوق میں شامل ، ادھر اللہ سے واصل ، مرزا صاحب نے ان کا حال جو اس درجے کے نہیں ہیں قلم بند فرمایا ہے ، یعنی " انجمن در خلوت " منعقد کی ہے ، فرماتے ہیں انسان کو خطرات قلبی اور خیالات ماسوا پر قابو پانا بہت مشکل ہے ۔ بظاہر وہ خلوت ہی میں سہی تاہم حقیقۃً وہ انجمن میں ہے ۔ کیونکہ خیالات کا ایک ہجوم ہے جو امڈا ہوا چلا آرہا ہے ، ایک طوفان ہے کہ اس کے قلب کو سکون سے محروم رکھنے کے لئے اندر ہی اندر شور کر رہا ہے ۔

ظاہری انجمن میں تو وہ آنکھوں کے دروازے بند کر کے صورتوں سے اور کانوں کے دریچے بند کر کے آوازوں سے محفوظ رہ سکتا تھا ۔ یہاں اس انجمن میں دیو پیکر خیالات اور شیطان صفت خطرات سے کیونکر حصارِ عافیت میں رہے ؎

در راہِ عشق وسوسۂ اہرمن بسے است　　ہشدار و گوشِ دل بہ پیام سروش دار
وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں　　اپنے سے کر نہ غیر سے ، وحشت ہی کیوں نہ ہو

بعض لوگوں نے تارک الدنیا ہونے کے معنی یہ سمجھ لئے ہیں کہ یگانوں سے بیگانے ہو جائیں ، مخلوق سے ترک تعلقات کر دیں اور شہر اور بستی چھوڑ کر جنگل میں دھونی رمائیں ۔

ان لوگوں کے حق میں مرزا کا یہ قول آبِ حیات سے کم نہیں ، کہتے ہیں اے ویراگی یا اے سادھو یہ طریقہ حکمت اخلاق ، تمدن بلکہ منشاء قدرت کے خلاف ہے کہ تو صلۂ رحم نہ کرے ۔ خدمت عیال اللہ کے محبوب مشغلے کو ترک

کر دے محض اس لئے کہ میں علائق سے وارستگی اور آزادی چاہتا ہوں ، یہ علائق عوائق نہیں ہیں۔ اگر تجھے وحشت ہی کرنی ہے تو اپنے ہی نفس سے کر (حالانکہ اس کا بھی ایک حد تک تجھ پر حق ہے) یہ کونسی خوبی ہے کہ اللہ کی مخلوق سے وحشت اور اپنے نفس سے اُنس و الفت، اللہ کے بندے تو غیروں کو اپنے نفس پر مقدم رکھتے ہیں اور فقر و فاقہ میں بھی ایثار ان کا شیوہ ہے (وَیُؤثِرُونَ علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصة۔ (قرآن کریم)

مشائخ کا قول ہے " اعدیٰ عدوک نفسک التی ھین جنبیک " سب سے بڑا دشمن تو نفس امّارہ ہے۔ وحشت ہو تو اسی سے ، غفلت ہو تو اسی سے ، وارستگی ہو تو اسی سے ۔ بیگانگی ہو تو اسی سے ۔

۳۱ صد جلوہ روبرو ہے جو مژگاں اُٹھائیے　　طاقت کہاں کہ دید کا احساں اُٹھائیے

صد کثرت کا افادہ کرتا ہے ، اور غیر محدود ہے Definite used indefinitely ۔ دید حاصل مصدر ہے ۔ یہاں بمعنی ' دیدار ' ہے ۔ ہے اگر انسان آنکھ اُٹھا کر دیکھے تو مناظر و مظاہر فطرت ہیں کہ آئینۂ تجلیات الٰہی ہیں بے شمار جلوے دیکھے گا اور بالآخر اس کو اعتراف کرنا پڑے گا کہ بیں کماحقہٗ ' دیدار ' کی طاقت نہیں رکھتا ، فارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیرٌ (قرآن) اس کی نگاہ ماندہ و حیران ہو کر ناکام واپس آئے گی ، " مژگاں اٹھانا " استعداد و عزم و عمل کی جانب اشارہ ہے اور " دید کا احسان " بتا رہا ہے کہ اس وقت بھی جو ' دیدار ' ہے وہ بھی ایک احسان ہے ، معاوضہ نہیں ، اب فاینما تُوَلُّوا فثمَّ وجہُ اللہ کو بھی تبرکاً اور تدبراً پڑھ لیجئے ۔

۳۲ دیوار بارِ منّت مزدور سے ہے خم　　اے خانماں خراب نہ احسان اُٹھائیے

شعر ماسبق میں احسانِ خالق کا ذکر تھا ۔ جس سے انسان سبکدوش ہو ہی نہیں سکتا ، کیونکہ انسان کا وجود ہی مجسم احسان الٰہی ہے اور اس شعر میں مخلوق کے احسان کا ذکر ہے ۔ کہ حتی الامکان اس سے گرانبار نہ ہونا چاہئے ، کیونکہ الانسان عبدالاحسان " پس مناسب یہی ہے کہ ایک ہی کا بندہ بنے ۔

شاعر نے اس کی دلیل نہ عقلی دی نہ نقلی ، بلکہ ایک پیش پا افتادہ چیز پر نظر غائر ڈالی اور اپنے دعوے کی صداقت میں اُس کو پیش کر دیا ، یعنی دیکھ لو دیوار کو کہ وہ جھکی پڑتی ہے ، آخر کیوں ، اس لئے کہ اس پر مزدور کا بارِ احسان ہے ، نہ وہ اس کو بناتا نہ سربلند کرتا نہ یہ حالت ہوتی ۔

اللہ اکبر ! غریب مزدور اور اس کے احسان میں بھی یہ قوت کہ سر بفلک دیوار کو جھکائے دیتا ہے ۔

۳۳ ہے سنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق　　یعنی ہنوز منتِ طفلاں اٹھائیے

جب جب میں نے سنا کہ " براتِ عاشقاں بر شاخ آہو " تو گونہ صدمہ ہوا کہ یہ بے چارے محروم ہی

رہتے ہیں۔ الحمدللہ مرزا کی زبان سے سُن لیا تو اطمینان ہوا کہ ان حضرات کو تو جنونِ عشق کے آذوقہ کے لئے ایک نہیں بلکہ بہت سے "چیک" ملتے ہیں جن کے وصول کرنے سے ان کا جنون پنپتا رہتا ہے اور وہ کیا ہیں؟ پتھر جو لڑکے ان پر مارتے ہیں کہ "دیوانہ ہے دیوانہ!

عجب نہیں جو اس شعر میں ملامیّت کا بیان ہو، اور "طفلاں" سے مراد ہوں وہ غیر بالغ النظر اہل ظاہر جو حقیقت کار سے واقف نہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ ملامتی حضرات کو مخلوق سے طعن و تشنیع سُننے میں بہت لطف آتا ہے، اور تستّرِ احوال اور صبر کی بنا پر ان کے مراتب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

۳۴؎ گر خامُشی سے فائدہ اخفائے حال ہے خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

ایک زمانہ تک میں یہ سمجھتا رہا کہ مرزا نے اپنی دقّت پسندی اور مُغلق کلام کی تعریف کے لئے ایک پہلو نکالا ہے کہ میرا کلام اس لئے مشکل ہے کہ قال میں بھی اخفائے حال رہے۔ تاکہ ذوقِ تکلم سے بھی تلذذ رہے اور اخفائے حال کی وجہ سے خاموشی کی برکات سے بھی تمتع رہے ؎

آگہی دامِ شنیدن جس قدر چاہے بچھائے مُدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

آج مجھے اس شعر میں ایک دوسرا پہلو بھی نظر آیا کہ من عرف اللّٰہ کلّ لسانہ عرفائے کاملین کے بعض اقوال اور مقالے علمائے قشر کی فہم سے باہر ہوتے ہیں، (حالانکہ وہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہوتے ہیں) اور وہ ایسا اسلوبِ کلام اس سبب سے اختیار کرتے ہیں کہ اہل مستفید ہوں اور نا اہل محروم رہیں۔

۳۵؎ ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

میں ایسی بات کے فریب میں نہیں آتا، کیونکہ جب تمام عالم حلقۂ دامِ خیال ہے تو یہ بات بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتی، پھر میں نے تو یہ پڑھا ہے ربّنا ماخلقت ھذا باطلاً، ہاں اگر معنی یہ ہیں کہ عالم کا وجود وجوبِ ذاتی نہیں رکھتا تو صحیح اٰمنّا وصدّقنا کلّ شیٔ ھالک الا وجھہ

۳۶؎ ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے بے نیازی تری عادت ہی سہی

اللہ جلّ شانہ بے نیاز ہے واللہ غنیٌ عن العالمین، اور وہ اپنے پیارے نبی سے فرماتا ہے فلا وربّک لا یؤمنون الآیہ۔ یعنی کمال ایمان کے لئے لازم ہے کہ امورِ تکوینی اور خدا و رسول کے احکام تشریعی میں راضی برضا رہے اور سرِ تسلیم خم رکھے۔

۳۷؎ بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہوگرچہ عمرِ خضر حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کئے

والعصر ان الانسان لفی خسر الآیۃ، بے شک عمر ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، جو لمحہ یادِ الٰہی سے

غفلت میں گزرے۔ انسان کے لئے باعث حسرت ہے۔ اہل جنت کو کسی بات کی حسرت نہ ہوگی۔ بجز اس کے کہ کاش اور زیادہ یاد خدا کرتے۔

۳۸ کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی   آئینہ دار بن گئی حیرت نقشِ پا کہ یوں

مقام قرب کے آداب کا بیان ہے، تغزل کی زبان میں، کوے و کوچہ میں نقش پا ہوتے ہیں اور کوئے یار میں تو بدرجۂ اولیٰ کہ رہگذر ہے۔ طالبانِ باوفا اور سالکانِ باصفا کی، نقش پا کو جب مجسم مانتے ہیں (Personified) تو حیرتی کہتے ہیں (جس طرح آئینہ کو بھی حیرتی باندھتے ہیں)، اور نقش پا ظاہر ہے کہ خاک نشیں و خاکسار ہوتا ہے، پامال ہوتا ہے، اور اُف تک نہیں کرتا، بلکہ اوروں کی خاموش زبان سے رہنمائی کرتا ہے۔

انگلستان کا ایک مشہور شاعر (غالباً لانگ فیلو) کہتا ہے۔

Lives of great men all remind us,
We can make our lives sublime,
And departing leave behind us,
Footprints on The sands of times.

مطلب یہ ہے کہ کوچۂ جاناں میں رہنے کے آداب و اصول سے میں نابلد تھا کیونکہ وہاں رسائی ابھی ہی ہوئی تھی۔ کہ "نقش پا" کی حیرت نے مجھ پر یہ امر آئینہ کر دیا کہ اس طرح خاک میں مل کر، اور جلوۂ محبوب سے متحیر و مبہوت ہو کر رہا کرتے ہیں،

اب یہ نقش پا زید کے ہیں، خالد کے ہیں، یا غالب کے ہیں، یہ تعین ترجیح بلا مرجّح ہے، اگر پہلی صورت ہے تو وہ حضرات السابقون الاولون ہیں، جن کے نقش قدم پر دوسرے چلتے ہیں، اور دوسری شکل ہے تو بھی درست ہے کیونکہ انسان اپنے آثار و حرکات و سکنات سے بھی نظر عبرت سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے ؎

بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے   ہے ترا نقشِ قدم راہ نمائی کرتا

مشائخ کا قول ہے، مقرباں را بیش بود حیرانی۔

۳۹ نظارہ کیا حریف ہو اس برقِ حسن کا   جوشِ بہار جلوہ کو جس کے نقاب ہے

محبوبِ حقیقی کو برقِ حسن سے تعبیر کیا ہے۔ حدیث شریف کا مضمون بھی اسی کے قریب قریب ہے کہ اگر حجابات مرتفع ہو جائیں تو تمام عالم سوختت ہو جائے، جوش بہار میں کیا ہوتا ہے؟ ہے رنگ لالہ و گل و نسریں جدا جدا، کہتے ہیں کہ یہ مظاہر حسن تجلیات الٰہی کے لئے آئینہ نہیں، بلکہ نقاب ہیں گل محبوب ہے تو بلبل کا، لیلیٰ محبوب ہے تو

قیس کی، شیریں معشوقہ ہے تو فرہاد کی، ہمارا محبوب ان سب سے وراء الوراء ہے، اِن کا نظارہ تو اس کے لئے نقاب ہے، مانع ہے۔ حجاب ہے۔

اے طالب دیدار اگر تو اپنی پاک نظروں سے اس نقاب کو الٹ بھی دے جو تیرے بس کی بات نہیں تو یاد رکھ برقِ حسن تجھ کو جلا کر رہے گی، کیا طور کا واقعہ سنا نہیں؟ حضرت موسیٰ کی بیہوشی دیکھی نہیں؟

۴۰ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا   جامِ جم سے یہ مرا جامِ سفال اچھا ہے

مسکنت کی بادشاہی پر اور قناعت کی دولت پسندی وامارت پر ترجیح اور اس حکیمانہ طرز پر کہ عالم اور عامی دونوں اس پر صاد کردیں بے شک اس قابل ہے کہ ساکنانِ عالم بالا بھی اس کی داد دیں تو عجب نہیں۔

یہ تو مشہور ہے ہی کہ جمشید کا پیالہ عجیب و غریب تھا۔ جسے حکما نے اس کے لئے ترکیب دیا تھا، بیشک یہ عزیز الوجود، بے نظیر اور بے بدل تھا، اب اس کے مقابلے میں ایک دوسرا پیالہ ہے جو اتنا ہی ادنیٰ و اسفل ہے جتنا کہ جامِ جم اعلیٰ تھا اور وہ ہے ایک غریب مسکین کا مٹی کا پیالہ، ایک ماٹی کے ڈھیر کا پیالہ،

اس بھری پُری دنیا میں کون ہے ایسا جو اپنے مٹی کے پیالے کو دل سے لگائے اور جامِ جم سے بھی زیادہ، ہاں وہ شخص جس نے من قنع شبع (جس نے قناعت اختیار کی وہ سیر ہوگیا) کا درس سنا ہے، اور علم و دانش سے بھی بہرہ یاب ہوا ہے نہ اپنے ہی دل کو آسودہ رکھ سکتا ہے بلکہ دوسروں کے ذہن و فہم کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

یہاں بھی اس عمل کا مظاہرہ ہے کہ دو کوڑی کے پیالہ نے جامِ جم کو مات کر دیا، اور اس مضبوط دلیل سے کہ جامِ جم ٹوٹ جائے تو پھر کہاں اور مٹی کا پیالہ ہاتھ سے چھوٹ جائے تو کیا مضائقہ، تو نہیں اور سہی، اور نہیں اور سہی!!

۴۱ بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے   وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے سوال اچھا ہے

عاشقی معشوق کو طاق پر رکھئے، میں تو فقیری کا ذکر کر رہا ہوں، فقیر دو قسم کے ہیں ایک در بدر بھیک مانگنے والے۔ دوسرے اللہ ہی کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے۔ بعض نے اس فرق کا لحاظ کر کے پہلے گروہ کا نام دَرویش رکھا ہے (دال کے زبر سے) اور دوسرے زمرے کا نام دُرویش (دال کے پیش سے)

شعر میں دونوں پہلوؤں کا امکان ہے، گدیہ گروں کو یہ سبق دیا ہے کہ اپنی آبرو ریزی نہ کرو، زورِ بازو سے پیدا کرو۔ کھاؤ اور کھلاؤ، اور حقیقت میں معذور ہو تو نگاہ درویشاں عین سوال است، کوئی نہ کوئی اللہ کا سخی تم پر نظرِ کرم کر ہی دے گا ؎

رحم آگیا کریم کو محتاج دیکھ کر   حاجت ہی اس غریب کی حاجت روا ہوئی

اور اللہ والے گروہ کا (جس کو حزب اللہ کہنا چاہیئے) یہ ذکر ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ کے محتاج تو سب ہیں

شاہ بھی گدا بھی، اولیاء بھی انبیاء بھی، لیکن مقربانِ خدا کا مطلوب محض خدا، اور رضائے خدا ہے۔ وہ احتیاجِ بشری کے اظہار کے واسطے دستِ دعا دراز کرتے ہیں، لیکن دل راضی برضا ہوتا ہے، علمہٗ بحالی حسبی من سؤالی۔ اصل یہ ہے کہ طالبِ صادق تکمیلِ وفا کے بعد خود مطلوب ہوتا ہے اور مطلوب کا مطلب بیشتر بے طلب حاصل ہوتا ہے، اور اس مزے کو ناز و نیاز والے ہی خوب پہچانتے ہیں۔

غالبؔ

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل ۔۔۔ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے

کیا یہاں تحقیر یہ ہے، اربابِ طب قائل ہیں کہ خون اوردہ اور شرائین کے ذریعہ تمام بدن میں دورہ کرتا اور تمام اعضا کو سیراب و شاداب کرتا ہے، اخلاطِ اربعہ میں یہ سب سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ بعض کے نزدیک تو زندگی دوسرا نام ہے خون کا۔

شاعر کہتا ہے کہ میرے نزدیک تو خون کی تعریف یہ ہے کہ آنکھ سے ٹپکے، محض رگوں میں دوڑنا پھرنا اور آنکھوں سے نہ ٹپکنا خواہ اطبائے متفلسفین کے مذہب میں باعثِ حیات ہو لیکن احبائے مشتاقین کے مشرب میں تو ضرور علامتِ حماقت ہے۔ ان کے یہاں تو زندگی بس یہ ہے ؎

ہے مجھے ابرِ بہاری کا برس کر کھلنا ۔۔۔ روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا

اس سے ظاہر ہوا کہ جو خون آنکھ سے ٹپکے اور کسی کے عشق میں بہے وہ صالح و محمود ہے اور جو رگوں ہی میں دوڑتا پھرے اور آنکھوں سے دور دور رہے وہ ردی و فاسد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ گریہ و زاری و اشکباری پر بہت سی کامگاری موقوف ہے۔ مولاناؒ ؎

تا نگرید ابر کے خندد چمن ۔۔۔ تا نگرید طفل کے جوشد لبن

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند ۔۔۔ میل ما را جانبِ زاری کند

عارف شیراز خواجہ حافظؒ ؎

دعائے صبح و آہِ شب کلیدِ گنجِ مقصود است ۔۔۔ بایں راہ و روش می رو کہ با دلدار پیوندی

اور دلدار کون ہے، جو دل کا مالک، خالق، اور قدردان اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ۔ مولاناؒ ؎

عشق با مردہ نباشد پائدار ۔۔۔ عشق را با حیؒ با قیوم دار

قرآن پاک میں بھی ایسے رونے والوں کی تعریف ہے سُجَّدًا وَّبُكِيًّا اور مشائخ کے ملفوظات میں ہے۔ رکعتان فی العشق لا یصح وضوئھما الّا بالدّم عشق کی نماز دوگانہ کے وضو کے لئے خون افشانی لازم ہے ؎

جوئے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق ۔۔۔ میں یہ سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں

۴۳ اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سعی　　یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

رسوائی جو لوازم مستی سے ہے کسبی نہیں، وہبی ہے ؎

مستور و مست ہر دو چو از یک قبیلہ اند　　ما دل بہ عشوۂ کہ دہیم؟ اختیار چیست

جب محبوب چاہتا ہے تو ذرا سی جھلک دکھا کر کیا سے کیا کر دیتا ہے ؎

آوارہ و مجنوں نے، رسوا سر بازار ے

۴۴ کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے　　پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے

یہ تمام جلوے پردے ہیں شاہد حقیقی کے رُخِ انور پر، کون اِن پردوں کو اُٹھا کر اسے بے نقاب و بے حجاب دیکھ سکتا ہے۔

پردہ درِ کعبہ کا اُٹھانا تو ہے آسان　　پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

شیخ ابن فارض قصیدۂ تائیہ صغریٰ میں فرماتے ہیں:

مُسربلۃ بُردَینِ قلبی و مُہجتی

محبوبہ دو چادریں اوڑھے ہوئے ہے یعنی میرا دل اور میری روح

۴۵ ہر چند ہر ایک شئے میں تو ہے　　پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے

اس شعر نے "ہمہ اوست" کے معانی کا مطلع بالکل صاف کر دیا۔ پہلا مصرع گویا ترجمہ ہے آیت کریمہ کا "فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰه" اور دوسرا مصرعہ بھی ترجمہ ہے آیت کریمہ کا "لیس کمثلہ شیٔ"۔ اب تو عینیت کے احتمال کی کوئی گنجائش نہ رہی، ہر ایک شئے میں تو ہے، بیان ہے "وہو الظاہر والباطن" کا اور یہ ظاہر ہے کہ ظاہر و مظہر میں تغایر ہوتا ہے۔ اور دوسرے مصرع میں کمال تنزیہ و تقدیس کی صراحت ہے۔

جب آئینہ مُجلّیٰ جو آفتاب کے بالمقابل رکھ دیا جائے۔ فیضانِ شمسی سے تجلّی زار بن جاتا ہے تو بادی النظر میں کوتاہ بینوں کو یہ دھوکا ہو جاتا ہے کہ یہ بھی آفتاب یا جگر گوشۂ آفتاب ہے لیکن حقیقت بین نگاہوں پر یہ امر آفتاب کی طرح روشن ہے کہ چراغ مردہ کجا، نور آفتاب کجا۔

اسی طرح بعض حضرات قدسی صفات کے قلوب مُصفّیٰ مبدأ فیّاض کی تجلیات صفائی سے متجلّی ہو کر مخلوق کے حق میں بمنزلۂ آئینہ آتشیں ہو جاتے ہیں، کسی سے صفت احیاء موتی کا ظہور ہوتا ہے، مایوس العلاج مریض بھی ان کی دُعا سے شفایاب ہوتے ہیں۔ (مثلاً جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور کسی کے فیضان سے قلوب مُردہ زندہ ہو جاتے ہیں، علوم و معارف و حقائق کے خزانے کُھل جاتے ہیں، عالم جمادات و نباتات و حیوانات، حتیٰ کہ کائنات الجوّ سماوات اور ملأ اعلیٰ میں بھی ان کی سربلندی کے شہادت نامے پیش کیے جاتے

ہیں، تحسین و آفرین و تبریک کے نیاز نامے گزارے جاتے ہیں (مثلاً جامع صفات و محاسنِ نبوت سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن بایں ہمہ وہ حضرات رہتے ہیں مخلوق ہی، نہ وہاں استحالہ ہے نہ حلول ع

پر تجھ سی تو کوئی شئے نہیں ہے

۴۶ کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر پردہ میں لاکھ گل کے جگر چاک ہو گئے

حدیث پاک میں ہے کہ جب بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں، اللہ اکبر! کیا کہنا اس قدردانی کا، اس قدر افزائی کا۔

یہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ مُؤثّر ہے، مُتاثّر نہیں، نالۂ بلبل نے تو گل کو جگر چاک کر دیا لیکن یہاں ہمارے اقوال، افعال، اور احوال کا اس پر کچھ اثر نہیں واللہ غنی عن العالمین بہر حال جو کچھ اہل محبت پر ظاہر ہوتا ہے وہ محض لطف و کرم ہے۔ مولانا ؎

میل معشوقاں نہانست و ستیر میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

اے خنک آں کو نکوکاری گرفت زور را بگذاشت، او زاری گرفت

با تضرع باش تا شاداں شوی گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی

اے خوشا چشمے کہ آں گریانِ اوست وائے ہمایوں دل کہ آں بریانِ اوست

۴۷ ناکامی نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

جب برق جمال نظارہ سوز ہے تو تماشائی کی نگاہ یقیناً ناکام رہے گی، (اور جاتی بھی رہے تو عجب نہیں) بے شک ان عنصری آنکھوں سے کوئی محبوب حقیقی کا دیدار اس عالم میں نہیں کر سکتا، اسی مضمون کو تاکید کے ساتھ "لن ترانی" سے ظاہر فرمایا ہے، یہاں ناکامیٔ نگاہ خبر مقدم ہے اور برق نظارہ سوز مبتدائے مؤخر،

رہا معراج شریف میں دیدار باری، تو بعض کے نزدیک تو وہ رویت قلبی تھی نہ کہ عینی اور اکثر کے نزدیک جو عینی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق عالم دنیا سے نہیں تھا، اور آخرت میں تو مؤمنین بھی اس سے شرف یاب ہوں گے۔ اللّٰھم اجعلنا منھم۔

۴۸ منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی قسمت کھلی ترے قد و رُخ سے ظہور کی

انسان تجلی گاہ اعظم ہے اور حقیقت محمدیہ (علی صاحبہا الف سلام و تحیہ) اس کا مظہر اتم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت کلیہ نے جب چاہا کہ عالم ناسوت کو اپنا جلوہ زار بنائے تو حضور پر نور محمد صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہ کو پیدا کیا تاکہ ظاہر و مظہر میں مناسبت کاملہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کا وجود باجود نہ ہوتا تو عالم امکاں بھی نہ ہوتا۔

وشہ اک خوں چکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں پڑتی ہے آنکھ تیرے شہید وں پہ حور کی

جہاد دو قسم کا ہے، ایک اصغر دوسرا اکبر، اور دونوں کے مجاہدین اور شہداء عنہ اللہ رفیع القدر رہیں — "تیرے شہیدوں" کا اشارہ اس جانب ہے کہ یہاں ذکر ہے. کشتگانِ کربلائے محبت کا، جن کا مطمحِ نظر نہ حور ہے نہ قصور، بلکہ رضائے محبوب پر جاں نثاری، اگر حوریں ان کو حسرت کی نگاہ سے دیکھیں تو کیا ہوا، یہ تو عاشقانِ الٰہی ہیں، عرفی ؎

درچمن ہائے محبت ہر قدم چوں کربلا از نسیم عشوہ فرشِ ارغواں انداختہ

ولہ حُلّہ ہا سوختہ اند اہل بہشت از غیرت تا شہیدانِ تو خونیں کفنے ساختہ اند

نشہ جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

انسان کو ایسی فرصت مل جائے کہ رات دن محبوب کی یاد میں ڈوبا ہوا رہے تو ع

عمرِ خضر سے اس کی زیادہ ہو زندگی

بزرگوں نے اس کا نام مراقبہ رکھا ہے، یعنی دل کو یادِ محبوب سے پُر نور اور خیال ماسوا سے دور رکھنا، قرآن کریم میں ہے واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون، اور اس میں کثرت کی صراحت ہے اور والذین ہم فی صلاتہم دائمون میں دوامِ ذکر کا اشارہ ہے،

اثر دیتا ہوں مکتبِ غمِ دل میں سبق ہنوز لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

مکتبِ غمِ دل یا درسِ عشق، بالفاظِ دیگر، علم سینہ کی وسعت کا بیان ہے کہ مدت سے سبق لیتا ہوں، اور سبق بھی یہ ہے کہ رفت گیا اور بود تھا، یعنی ہنوز مبتدی ہوں، ماضی کو یاد کر رہا ہوں "ہائے دل گیا، ہائے دل گیا" وردِ زبان ہے، دل جواب دلدار کے پاس ہے کبھی ہمارے پہلو میں بھی تھا۔ یہ کب گیا اور کیونکر گیا یاد نہیں۔

مراد یہ ہے کہ عاشق ہوئے مدت ہوگئی، لیکن ہنوز تکمیلِ عشق نہ کر سکا۔ اور مرتبۂ فنا سے مقامِ بقا تک نہ پہنچ سکا، نہ دل میرے پاس، نہ میں دلدار کے پاس،

صوفی کو نقدِ وقت کا لحاظ لازم ہے، مولنا ؎

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی نقد را از نسیہ خیزد نیستی

دیکھئے، سات سمندر پار کا ایک شاعر بھی یہی مضمون ادا کر رہا ہے۔

Trust no future, however pleasant,
Let the dead past, bury its dead,
Act, act in the living present.
Heart within & God overhead.

Not enjoyment and not sorrow
Is our destined end or way.
But to act that each tomorrow
Find us farther than today.

۵۲ چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے — یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

اچھوں سے مراد ہیں نیک لوگ ۔ آپ کہیں کہ نہیں، اس سے مراد ہیں حسین، تو میں کہوں گا کہ مدّا اچھی نہیں، اور آپ نہیں مانتے تو یہ بھی سہی اور وہ بھی سہی ۔

کہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے حسینوں سے محبت کیجئے، یاوریٔ قسمت سے یہ آپ کو چاہنے لگیں تو بس سب کچھ پایا ۔ کوئی نعمت اس سے بڑی ہے ہی نہیں ۔

ارشاد ہے کہ طالب صادق تکمیل محبت کرے، اور دوسرے مصرع میں ہمت افزائی ہے کہ اس تکمیل کے بعد محبوب کا محبوب بن جائے ۔ مرید سے مراد ہو جائے اور منزلِ "فاتبعونی" سے مقام "یحببکم اللہ" پر فائز المرام ہو ۔ "گر" کی شرط استغنائے محبوب کی مشعر ہے ۔ مطالب یہ ہے کہ طالب کو اپنے عمل پر تکیہ نہ چاہیے۔ بلکہ محبوب کے لطف و کرم کا منتظر رہے ۔

داستان زبان اردو :- ڈاکٹر شوکت سبزواری

ڈاکٹر شوکت سبزواری اُردو کے لسانی مسائل پر کئی گراں قدر مقالے اور کتابیں لکھ چکے ہیں" داستان زبان اُردو" ان کا تازہ ترین علمی کارنامہ ہے جس میں انہوں نے اردو زبان کے لسانی سرمائے، مختلف نظریوں، مولد و منشاء، صرفی نحوی نشو و نما، مزاج و منہاج اور ارتقاء کے مدارج پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اُردو زبان کے بارے میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔

قیمت : پانچ روپے

سیّد احمد خاں۔ حالات و افکار :- بابائے اردو

ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنی نشاۃ ثانیہ کے اوّلین معمار سیّد احمد خاں کی شخصیت اور علمی کارناموں کا جائزہ، جس میں بابائے اُردو نے سرسیّد کے حالات و افکار کے بعض پہلوؤں پر نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کو مولانا حالی کی "حیات جاوید" کا ضمیمہ سمجھنا چاہیئے

قیمت : چار روپے

انجمن ترقی اُردو بابائے اُردو روڈ کراچی ۱

ماهنامہ

قومی زبان

کا

بابائے اُردو نمبر

سنہ ١٩٦٦ء

O

ڈاکٹر سیّد عبد اللہ — مولانا سعید احمد اکبرآبادی — میاں بشیر احمد — خواجہ غلام السیدین

رئیس احمد جعفری — ماہر القادری — فرقت کاکوروی — نواب مشتاق احمد خاں

ڈاکٹر محشر عابدی — ڈاکٹر احسن فاروقی — سیّد شبیر علی کاظمی — ڈاکٹر وزیر آغا

سیّد قدرت نقوی — رئیس امروہوی — اور دیگر اہلِ قلم کے گرانقدر مضامین کا مجموعہ

O

"مرقع عبدالحق" کے نام سے بابائے اُردو کی دو درجن سے زائد نادر و نایاب تصاویر شائع کی گئی ہیں۔

O

"بزم عبدالحق" کے عنوان سے بابائے اُردو کے دوستوں اور نیاز مندوں کا تذکرہ

O

بابائے اُردو کے متعدد غیر مطبوعہ خطوط

O

* آفسٹ کی چھپائی * عمدہ سفید کاغذ * صفحات ساڑھے تین سو * قیمت چھ روپے

انجمن ترقی اُردو۔ بابائے اُردو روڈ۔ کراچی ۱

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

اپنے وطن پاک میں ایک خبر کے مطابق راولپنڈی میں ایک خصوصی تقریب میں مرکزی وزیر قانون جناب ایس۔ ایم ظفر مہمان خصوصی تھے، یہ ایک اجتماعی اور قومی تقریب تھی۔ جس میں دارالحکومت کے تمام معززین موجود تھے مگر اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس کا پتہ چلانا بہت دشوار تھا کہ یہ تقریب کسی آزاد ملک میں منعقد ہو رہی ہے اور اس ملک کا تعلق ایشیا سے ہے۔ اس تقریب میں سپاسنامہ انگریزی میں تھا۔ اس کا جواب انگریزی میں تھا۔ اعلانات انگریزی میں تھے۔ حتیٰ کہ مذاق اور نجی گفتگو بھی انگریزی میں تھی جس کی تاب نہ لاکر حفیظ صاحب بول اُٹھے۔ "اب انگریزی بہت بولی جا چکی۔ کچھ انصاف اپنی قومی زبان اردو کے ساتھ بھی ہو جائے۔"

تصویر کا دوسرا رُخ

ڈویژنل کونسلوں کو ہدایت حیدرآباد: ۱۱ رمئی وزیر بنیادی جمہوریت جناب یٰسین خاں وٹو نے ڈویژنل کونسلوں اور ڈسٹرکٹ کونسل کے افسران کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے معائنے کی تمام کارروائی اردو میں تحریر کریں۔ انھوں نے کہا ہے کہ میں نے اپنے دورہ کے دوران متعدد کونسلوں میں جو ریکارڈ دیکھا ہے وہ انگریزی میں ہے۔ جسے ہمارے ممبران بنیادی جمہوریت بالکل نہیں سمجھتے اس لئے ایسے تمام متعلقہ افسران اور اداروں کو اپنی تمام کارروائی اردو میں قلمبند کرنی چاہیئے تاکہ ممبر اسے پڑھ کر استفادہ بھی کر سکیں اور خود بھی کوئی مفید رائے دے سکیں۔

سرکاری اصطلاحات کا اردو ترجمہ مغربی پاکستان کی سرکاری لسانی کمیٹی کے اعزازی معتمد جناب حکیم احمد شجاع

نے لاہور میں ۱۰ مئی کو بتایا ہے کہ انگریزی زبان کے ۷۰ فیصد محاوروں اور اصطلاحات کا جو ملک کی سرکاری زبان میں مستعمل ہیں ۔ اردو زبان میں ترجمہ کر دیا گیا ہے ۔ یا ترجمہ شدہ الفاظ پر نظر ثانی کر کے انھیں معیاری بنا دیا گیا ہے ۔ حکیم احمد شجاع نے یہ بھی بتایا کہ ۳۲۲۰۰ اصطلاحات کا ترجمہ ایک ڈکشنری کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے ۔ جس کا نام "سرکاری اصطلاحات اور محاورات کے اردو ترجمے" ہے ۔ اس ڈکشنری کو تمام صوبائی محکموں اور اداروں کو بھیج دیا گیا ہے ۔ مزید براں تعلیمی اداروں ۔ اخباروں اور عوام کی سہولت کے لئے یہ ڈکشنری فروخت بھی کی جا رہی ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ جب یہ ڈکشنری مکمل ہو جائے گی تو اس میں اسی ہزار الفاظ ہوں گے ۔ جو کہ حکومت مغربی پاکستان کے تمام محکموں میں استعمال ہونے والے انگریزی محاوروں اور الفاظ سے بیس ہزار کی تعداد میں کم ہیں ان بیس ہزار الفاظ کے بارے میں جناب حکیم احمد شجاع نے بتایا کہ جانچ پڑتال کرنے سے معلوم ہوا کہ ان الفاظ کے تراجم پہلے ہی سے معاصر انگریزی اردو لغات میں موجود ہیں اور معیاری ہیں ان کا ترجمہ کرنا غیر ضروری تھا ۔

قرارداد ترویج اردو

جامعہ محمدی (جھنگ) کے زیر اہتمام "یوم تاسیس" کے موقع پر موتمر تعلیمات اسلامیہ عربیہ پاکستان کا یہ اجلاس ارباب اختیار کی توجہ اس حقیقت کی جانب مبذول کراتا ہے کہ قیام پاکستان کو تقریباً بیس سال کا عرصہ گزر جانے پر بھی حکومت قومی زبان اردو کے ملک گیر نفاذ کے بارے میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکی ۔

یہ اجتماع اکابر ملت کی ان مساعی کو بنظر استحسان دیکھتا ہے ۔ جو پاکستان کی قومی زبان اردو کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں عمل میں لائی جا رہی ہیں ۔ نیز ان تمام محب وطن حلقوں کو آئندہ بھی اپنے مکمل اشتراک عمل اور پر زور تائید کا یقین دلاتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مزید تاخیر کئے بغیر اردو کو جو پاکستان اور اسلامیان برعظیم کی قومی اور مقبول زبان ہے ، تمام سرکاری ۔ نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں جلد نافذ کر دے ۔ تاکہ ملت کے نونہالوں کو تعلیم و ترقی کے حصول میں سہولت ہو سکے ۔

قومی لسانی پالیسی کا چار نکاتی فارمولا

اردو بنگلہ ملت کانفرنس ، عیدگاہ میدان محمد پور ڈھاکہ میں اتوار ۵ مارچ ۱۹۶۷ء کو مولانا راغب احسن کی صدارت میں منعقد ہوئی مشرقی پاکستان کی انجمن مہاجرین و جماعت مجاہدین کونسل مسلم لیگ کے قائدین نے اردو بنگلہ کی یکساں ترقی پر زور دیا ۔ مولانا محمد عبد اللہ ندوی ، مولانا عبد الحنان ، مولانا نور الزماں ایم اے ، مسٹر شفیق الاسلام ایڈووکیٹ ، سید شہود الحق ایڈووکیٹ ، مسٹر محمد صابر علی اور شیر بنگال مولوی فضل الحق کی اکلوتی صاحبزادی رئیسی بیگم صاحبہ نے اردو پاک بنگلہ حروف القرآن کی تائید میں تقریریں کیں ۔ مردوں کے علاوہ ہزاروں خواتین پردہ گیلری میں شریک ہوئیں ۔ محترمہ رئیسی بیگم صاحبہ کی تحریک پر مندرجہ ذیل قرارداد کانفرنس نے پاس کی ۔

(الف) اس حقیقت کے مدنظر کہ جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان میں حکومت نے دو جداگانہ سرکاری ادارات بنام (۱) بنگلہ اکادمی اور بنگلہ ترقی بورڈ اور (۲) اردو اکادمی اور اردو ترقی بورڈ قائم کر رکھے ہیں اور یہ دونوں ادارات پاکستان کی دو مسلمہ دولتی زبانوں اردو بنگلہ کو دو بالکل متضاد و مخالف سمتوں کی طرف لئے جا رہے ہیں - بنگلہ اکادمی اور بنگلہ بورڈ جدید بنگلہ کے لئے نئے نئے الفاظ و فنی اصطلاحات سنسکرتی براہمنی ماخذوں سے سنسکرتی حروف میں اپنا رہے ہیں - اور اردو ترقی بورڈ حروف القرآن میں عربی و فارسی سے نئے الفاظ و اصطلاحات اخذ کر رہے ہیں - اور اس طرح پاکستان کی دونوں دولتی زبانوں اور دونوں خطوں میں وصل کی جگہ بعد المشرقین بڑھتا جا رہا ہے اور ملت پاکستان کا ذہنی افتراق و تہذیبی انتشار روز افزوں ہے اور یہ بات برصغیر ہمالستان میں ملت اسلامیہ کی گزشتہ ہزار سالہ قومی تاریخ و تہذیب اور نشوو ارتقار کی توحیدی روایات کے بالکل مخالف اور ملک و ملت کے اتحاد و ارتباط کے لئے زہر قاتل ہے اور ان ملت شکن رجحانات سے مزید غفلت پاکستان کے لئے مہلک ہوگی -

لہٰذا اردو بنگلہ ملت کانفرنس ڈھاکہ حکومت اور قوم سے عرض کرتی ہے کہ بنگلہ اکادمی اور بنگلہ ترقی بورڈ اور اردو اکادمی اور اردو ترقی بورڈ کے دو جداگانہ تنظیموں کو ختم کر کے ایک کل پاکستانی قومی تنظیم بنام پاکستان قومی زبان اکادمی اور انجمن ترقی قومی زبان قائم کی جائے جس کا مقصد پاکستان کی دو مسلمہ دولتی زبانوں اردو بنگلہ کی -

(۱) جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کے اسلامیہ نظریہ نصب العین کے مطابق - (۲) لسان القرآن (۳) حروف القرآن (۴) ہندوستان و پاکستان میں ملت اسلامیہ کی گزشتہ ہزار سالہ قومی تاریخی روایات کے اساسات پر ہم آہنگ یکساں و متحدہ، ترقی و توسیع کی منصوبہ بندی و رہنمائی کرنا مقرر کیا جانا چاہیئے -

(ب) اردو بنگلہ ملت کانفرنس کی سنجیدہ رائے میں یہ ضروری ہے کہ پاکستان کی ساری زبانوں کو سنسکرتی، براہمنی، ہندوانہ اثرات و رسم الخط و اصطلاحات سے تعلق توڑ کر - (۱) جمہوریۂ اسلامیۂ پاکستان کے اساسی اسلامی نظریہ و نصب العین کے مطابق اور (۲) لسان القرآن (۳) حروف القرآن اور (۴) برصغیر میں ملت اسلامیہ کی گزشتہ ہزار سالہ تاریخ و تہذیب اور نشوو ارتقار کی زندہ روایات کے مشترکہ ماخذوں سے رشتہ استوار کرنا اور ہم آہنگ ترقی کی قومی اساس پر منصوبہ بندی کرنا لازمی ہے - اس طرح اردو بنگلہ ایک دوسرے سے منقطع و متفرق ہونے کی جگہ ہم منزل و ہم مسلک، ہم آہنگ و ہم رنگ، ہم مزاج و ہم خیال، قریب و مربوط ہو جائیں گی اور ملک و ملت کی توحید و ترقی دشواری کی ضامن ہوں گی -

(ج) پاکستان قومی زبان اکادمی اور انجمن ترقی و قومی زبان کے لئے ایسے ممبروں اور کارکنوں کا تقرر ضروری ہے - جو راسخ العقیدہ مسلمان ہوں اور پاکستان کے اسلامی نظریہ و نصب العین و تقدیر پر کامل ایمان و عقیدہ رکھنے والے ہوں اور علمی و ادبی صلاحیت بھی رکھتے ہوں -

(د) پاکستان قومی زبان اکادمی و انجمن ترقیٔ قومی زبان کے لئے یہ اصول اساسی مقرر کیا جائے کہ پاکستان کی قومی زبانوں کے لئے اگر نئے الفاظ و اصطلاحات کی ضرورت ہو تو (۱) پاکستان کے اسلامی نظریہ و نصب العین کے مطابق (۲) لسان القرآن - (۳) حروف القرآن اور (۴) برصغیر کی گزشتہ ہزار سالہ قومی اسلامی تاریخ نشوو ارتقاء اور تہذیبی روایات کے زندہ مشترکہ روایات کے ماخذوں سے اخذ اور وضع کئے جائیں تاکہ اردو بنگلہ میں زیادہ سے زیادہ یکسانیت و ہم آہنگی و ہم مزاجی قائم ہو اور کسی حال میں برہمنی مشترکہ سنسکرتی اثرات و مصطلحات کو قومی زبانوں میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ کیونکہ وہ اسلامی توحید و ملت کے سراسر منافی ہیں ۔ اس کانفرنس کی رائے میں ملت اسلامیہ اور جمہوریۂ اسلامیہ پاکستان کے اتحاد و استحکام و استقلال کے لئے مذکورہ بالا اصول پر قومی لسانی پالیسی کی ترتیب و تشکیل لازمی ہے۔

اردو کے لئے خواتین کی جدوجہد

انجمن ترقی اردو خواتین پاکستان کا سالانہ جلسہ ۲۹ اپریل کو زیر صدارت بیگم چودھری خلیق الزماں وزیر صحت و سماجی فلاح و بہبود مغربی پاکستان منعقد ہوا۔ جس میں بیگم صاحبہ نے خواتین کو مشورہ دیا کہ وہ ملک میں اردو زبان کی ترقی کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔ - وزیر صحت کو صدر انجمن ترقی اردو خواتین نے جو سپاسنامہ پیش کیا اس میں مطالبہ کیا کہ مرکزی دفتر- اردو کالج اور کتب خانے کے لئے حکومت زمین کا انتظام کرے۔

اردو کی حمایت میں فتوے

اردو کی حفاظت اور اس کی ترقی کی کوشش کرنا دوسرے الفاظ میں مذہب کو فروغ دینا ہے کیونکہ مسلمانان برصغیر نے اس زبان میں جو مذہبی علوم منتقل کئے ہیں اس کی مثال شاید ہی کسی اور زبان میں ملتی ہو - اردو کو اس اعتبار سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ احیاء العلوم کی تمام کاوشیں اسی زبان کے ذریعہ کی گئی ہیں ۔ چنانچہ شیخ الاسلام مولانا اشرف علی تھانوی کا فتویٰ تھا کہ اردو کی حفاظت دینی و شرعی فریضہ ہے -کیونکہ ۹۵ فی صد عوام الناس کو اسلام کا علم اردو اور صرف اردو کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر اردو مٹادی گئی تو عوام، اسلام کا علم حاصل کرنے کے واحد ذریعہ سے محروم ہو جائیں گے ۔" اردو کی اس افادیت اور اہمیت کے پیش نظر ابھی حال میں پاکستان کے اور جید علماء نے بھی اردو کے حق میں فتوے دیئے ہیں۔ جناب مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی صاحب نے فرمایا ہے کہ اردو کو فروغ دینا ایک اسلامی فریضہ ہے اور اردو کو مٹانے کی کوشش اسلام کو مٹانے کی کوشش ہے۔ نیز مشرقی پاکستان کے ممتاز مفتی مولانا فیض اللہ صاحب نے اپنے فتویٰ میں کہا ہے کہ عربی کے بعد اردو دینی زبان کی حیثیت رکھتی ہے - اور اردو کی ترقی میں جو دینی منافع متوقع ہیں وہ اور کسی زبان سے حاصل نہیں ہو سکتے۔

علمی - ادبی - تعلیمی - تہذیبی خبریں

جامعہ کراچی کا جلسۂ تقسیم اسناد

۲۲ مئی کو جامعہ کراچی کی سالانہ تقریب تقسیم اسناد اپنی روایتی شان و شوکت اور علمی وقار سے منائی گئی - جلسۂ تقسیم اسناد کی اہم خصوصیات یہ ہیں کہ اس کی تمام کارروائی اردو میں ہوئی اور اس وقت ایک نہایت خوشگوار لمحہ آیا جب سینٹ جوزف کالج کی پرنسپل نے اپنی طالبات کو اردو تعارف کے ساتھ پیش کیا - امسال یونیورسٹی کی تاریخ میں سب سے زیادہ اعزازات تقسیم کئے گئے - ۲۰ طلبہ و طالبات کو گولڈ میڈل دیئے گئے اور پانچ امیدواروں کو پی - ایچ - ڈی کی ڈگریاں دی گئیں - جن میں اردو میں زوالوجی کی ڈاکٹریٹ حاصل کرنے والے طالب علم نعیم الحسن نقوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں - جلسۂ تقسیم اسناد میں سب سے زیادہ تالیاں اس وقت بجائی گئیں - جب تاج بیگم کو بابائے اردو کا طلائی تمغہ دیا گیا اور پانچ سو روپیہ پیش کئے گئے - یہ تمغہ اور نقد رقم انجمن ترقی اردو کی طرف سے پیش کی جاتی ہے - اس تقریب میں چار ہزار طلبہ اور طالبات کو اسناد دی گئیں - جامعہ کراچی کے شیخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس موقعے پر فرمایا کہ جامعات کا مقصد صرف ڈگریاں دینا نہیں بلکہ انسانی علم کی سرحدوں کو وسعت دینا بھی ہے - انھوں نے یونیورسٹی کی مالی مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ مشکلات علمی ترقی کی راہ میں حائل ہیں - انھوں نے طلبہ کو نظم و ضبط کا مشورہ دیا اور کہا کہ اپنے دماغ کو خوف اور لالچ سے آزاد رکھیں اور خدا پر بھروسہ کریں -

عرفی اور فیضی پر کتابیں

ناشروں کی ایک امریکی فرم نے یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل ڈاکٹر محمد باقر کو عرفی اور فیضی پر کتابیں لکھنے کے لئے مامور کیا ہے - ڈاکٹر محمد باقر فارسی کے جید عالم ہیں اور یہ دونوں شاعر فارسی کے بے مثل شاعر ہیں جن کا تعلق برصغیر پاک و ہند سے ہے -

بنگلہ کتابوں پر انعام

انجمن مصنفین پاکستان کی جانب سے آدم جی اور داؤد ادبی انعامات برائے بنگلہ زبان و ادب کا اعلان کر دیا گیا ہے - بنگال ادب کے لئے ۵ - ۵ ہزار کے دو انعامات فرخ احمد کو حاتم طائی پر اور ابوالفضل کو جیزا پر دیئے گئے ہیں - اتنی ہی رقم کے داؤد انعامات عبدالستار کو ارانیا جینا پاھے پر اور استاد منشی رئیس الدین کو سات راگ پر دیئے گئے ہیں -

روسی ادیبوں کا دورۂ پاکستان

روسی ادیبوں کا ایک خاص وفد ادارۂ مصنفین پاکستان کی دعوت پر پاکستان کی سیاحت کے لئے آیا تھا - وفد نے تمام بڑے شہروں کی

سیر کی ۔ ادبی جلسوں میں شرکت کی اور خیر سگالی جذبات کا اظہار کیا ۔ ۶ رمئی کو یہ وفد کراچی سے سیلون کے لئے روانہ ہوگیا ۔ اس وفد کے اعزاز میں ادارۂ مصنفین کراچی کی شاخ کی جانب سے ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں وفد کے قائد جناب کوچی نوف نے تقریر کرتے ہوئے پاکستانی ادیبوں کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور کہا ہم روسی ادیبوں کے لئے پاکستانی ادیبوں کی طرف سے خیر سگالی کے جذبات لے کر جا رہے ہیں ۔ ادارہ مصنفین پاکستان کے معتمد عمومی جناب جمیل الدین عالی نے روسی ادیبوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے یہاں جو بھی خیر سگالی جذبات لے کر آتا ہے وہ ہمیں پُرجوش استقبال کے لئے تیار پاتا ہے ۔ جناب عالی نے کہا کہ ہم چاند تک اسپوتنک تو نہیں اڑا سکے لیکن ہمارے یہاں روشنی کے بہت سے بلند مینار ضرور ہیں ۔ انھوں نے روسی ادیبوں کو پاکستانی ادب کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا ۔ روسی ادیبوں کے اس وفد نے انجمن ترقی اردو کا بھی معائنہ کیا ۔ انجمن کے صدر جناب اختر حسین نے وفد کا استقبال کیا اور اراکین وفد کو انجمن کے کاموں سے روشناس کرایا ۔

شعبۂ تاریخ ادبیات

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ ادبیات کے زیر اہتمام برصغیر کے مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ ادب و ثقافت کی روشنی میں مرتب کی جا رہی ہے ۔ اس تاریخ کی ۱۴ جلدیں ہوں گی جو ساڑھے سات ہزار صفحات پر مشتمل ہوں گی ۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے تقریباً ڈیڑھ سو محققین ، ادیب ، مورخین اور ماہرین لسانیات شب و روز اس اہم کام میں معروف ہیں ۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لئے غیر ممالک میں مقیم پاکستانی دانش وروں سے بھی رابطہ قائم کیا جا رہا ہے ۔

ایک اہم تنقیدی مجموعہ

ڈاکٹر سیدہ جعفر کے تنقیدی مضامین کا اہم مجموعہ "فن کی جانچ" شائع ہوگیا ہے ۔ یہ مجموعہ نیشنل بک ڈپو حیدر آباد دکن نے شائع کیا ہے ۔ اس مجموعے میں ادب کے مختلف پہلوؤں پر تنقیدی و تحقیقی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔

اردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام

پنجاب یونیورسٹی کی ایک خبر مظہر ہے کہ اردو انسائیکلو پیڈیا کی دوسری جلد کا پندرہواں حصہ شائع ہوگیا ہے جس میں اغالبا سے لے کر افغانستان تک مقالات شامل ہیں ۔ اس حصے میں نہایت دلچسپ اور معلومات انگیز مضامین شامل ہیں جو افراسیاب ، افریقیہ اور افغان کے بارے میں نئے زاویہ ہائے نظر پیش کرتے ہیں ۔ یہ نمونہ ۵ روپیہ میں پنجاب یونیورسٹی کے سیلز ڈپو سے حاصل کیا جا سکتا ہے ۔

آئینہ خانے میں

یان ماریک کی تقریر چیکوسلواکیہ یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر اور اقبال کے پرستار جناب یان ماریک

نے جو ان دنوں پاکستان کے دورہ پر آئے ہوئے تھے روٹری کلب کے ایک ظہرانہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان اور چیکوسلواکیہ کے تعلقات بڑے قدیم اور دوستانہ ہیں ۔ انھوں نے ان دونوں ملکوں کے درمیان ادیبوں اور فنکاروں کے باہمی تبادلوں پر بہت زور دیا اور کہا کہ اس طرح نہ صرف ان دونوں عظیم قوموں کے درمیان تعاون بڑھے گا بلکہ دوستانہ تعلقات کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔ یان ماریک صاحب نے کہا ہے کہ ثقافتی ۔ اقتصادی اور فنی شعبوں میں پاکستان اور چیکوسلواکیہ کے درمیان تعلقات کے فروغ کے وسیع مواقع ہیں۔ ڈاکٹر یان ماریک نے یہ بھی بتایا کہ علامہ اقبال کے کلام کا ترجمہ متعدد زبانوں میں کیا جارہا ہے۔

فنکاروں سے ملکہ فرح کا خطاب

۱۷ مئی کو تہران میں کاخ سفید میں ملکہ ایران فرح پہلوی نے ڈھائی سو ایرانی ادیبوں، شاعروں اور مصنفین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ فارسی شاعری، ادب، آرٹ اور طباعت کے فن کو ترقی دینے کے لئے فنکاروں کو ادارے قائم کرنے چاہئیں اور کانفرنسیں منعقد کرنی چاہئیں ۔ آپ نے انھیں مشورہ دیا کہ اس سے پہلے مصنفین کو قواعد و ضوابط اور منشور مرتب کرنے کے لئے کانگریس بلانی چاہیئے۔

ممتاز حسن کے افکار

غزالی کالج حیدرآباد میں یوم اقبال میں نیشنل بنک کے مینجنگ ڈائرکٹر ممتاز حسن نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا "اقبال کے افکار کا سب سے بڑا محرک رسول اکرمؐ کی ذات تھی ۔ آپ ہی وہ انسان کامل تھے جن کی اقبال کو تلاش تھی ۔ ممتاز حسن صاحب نے یورپ کے سائنسی دور اور مسلمانوں کے عہد کے سائنسی تجربات کے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جدید سائنس اور یورپ کو اپنے انکشافات اور ایجادات پر اتنا زعم ہوا کہ وہ خدا کی ذات سے منکر ہوگئے ۔ لیکن اب یہ سارا خطہ تاریکی میں سرگرداں ہے اور وقت آگیا ہے کہ مسلمان پھر پہلے کی طرح سائنس میں اپنی برتری منوائیں۔ ممتاز حسن صاحب نے بعض ایجادات پر یورپ والوں کے جھوٹ کی پول بھی کھولی کہ انھوں نے مسلمانوں کے کارناموں کو اپنے نام سے منسوب کرلیا۔

یادوں کے چراغ

یوم اقبال

اس سال شاعر مشرق علامہ اقبال کی برسی اعلیٰ پیمانے پر منائی گئی اور اس کو حکومت کی سرپرستی بھی حاصل رہی ۔ پاکستان کے طول و عرض ہی میں نہیں لندن اور امریکہ میں بھی یہ برسی حسب سابق نہایت خلوص اور عقیدت سے منائی گئی ۔ کراچی میں یوم اقبال کی اصل تقریبات کا دو روزہ پروگرام شاعر مشرق کے شایان شان تھا ۔ اولڈ راوینز ایسوسی ایشن، اقبال اکادمی، اپوا اور اقبال سرکل نے مشترکہ طور پر

چار تقریبات کا انتظام کیا۔ یومِ اقبال کے اجتماع کو مرکزی وزرا نے خطاب کیا اور جلسۂ عام کے علاوہ تصویروں کی نمائش، شامِ موسیقی، ادبی اجلاس اور مشاعرہ اس پروگرام کی خاص محفلیں تھیں۔ اس اہم اور یادگار موقعے پر مشرقی اور مغربی پاکستان کے گورنروں کے علاوہ شاہِ افغانستان نے بھی پیغام خصوصی ارسال کیا۔ غیر ملکی مندوبین میں مفتیِ اعظم فلسطین، روسی ادیبوں کے وفد کے رہنما کوچن تو، چیکوسلواکیہ کے دانشور جناب یان ماریک اور ایران کی خانم مریم بہنام نے علامہ اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اس موقعے پر صدر پاکستان نے اپنے پیغام میں کہا کہ اقبال نے پاکستان کا تصور ہی پیش نہیں کیا بلکہ مذہبی افکار کی فعال تفسیریں بھی پیش کیں"۔ یوم اقبال پر مختلف ملکوں کے سفیروں اور پاکستان کے ممتاز دانشوروں نے اقبال کے پیغام، فن اور فلسفے پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

حسرت موہانی کی یاد میں ۱۳ر مئی کو کراچی میں رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی کی سولھویں برسی بڑی عقیدت اور احترام سے منائی گئی۔ جلسہ کی صدارت حکیم محمد سعید دہلوی کر رہے تھے۔ اس موقعے پر جن حضرات نے پیغامات میں مولانا کو زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ان میں مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات خواجہ شہاب الدین، مولانا مودودی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اور جامعۂ پشاور کے وائس چانسلر شامل ہیں۔ حکیم سعید نے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مولانا کی یاد یوم حسرت تک محدود نہ رہے بلکہ ان کے کارناموں اور آزادی کی جنگ میں ان کے مثالی کردار کی وضاحت اور اشاعت کا مستقل انتظام کیا جائے۔

آئینۂ ہند

ڈاکٹر ذاکر حسین صدر ہو گئے ہندوستان کے مسلم رہنما، دانشور، جامعہ ملیہ کے سرپرست اور ماہر تعلیم جناب ڈاکٹر ذاکر حسین کو ۹ر مئی ۱۹۶۷ء کو ہندوستان کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ آپ حزب اختلاف کے نمائندے کو شکست دے کر صدر منتخب ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے آپ ہندوستان کے نائب صدر تھے۔

علماء کی عزت افزائی صدر جمہوریہ نے سنسکرت کے تین، عربی کے ایک اور فارسی کے ایک عالم کو اعزازی سند عطا کی ہے۔ اس اعزاز کے لئے عربی میں مولانا عبد الماجد دریاآبادی اور فارسی میں قاضی سجاد حسین کو منتخب کیا ہے۔

اردو کی اہمیت جنرل الیکشن میں اردو کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کانگریس کی طرف سے پورے ملک کے طول و عرض میں جو اشتہارات بھیجے گئے تھے۔ ان کی اعداد و شمار حسب ذیل

ہیں - انگریزی پوسٹر ۲۵۹۵۰ ہندی پوسٹر ۲۵۷۴۲ اور اردو پوسٹر ۳۹۱۰۰ -

یوم قلی قطب شاہ دکنی ادب کے تاجدار اور والیٔ گولکنڈہ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی ۳۵۵ ویں برسی پر سہ روزہ تقاریب کا آغاز ۱۱ مارچ ۱۹۶۷ء کو بڑے شاندار طریقے پر ہوا۔ اس موقعے پر حیدرآباد کے ممتاز ادیب، دانشور، سیاست داں، فنکار اور شعرا شریک ہوئے تھے۔ پدما بھوشن مہدی نواز جنگ نے کہا "اس گنبد کے اندر جو جسم دفن ہے اس کی روح کے پیام کو سمجھنے اور مل جل کر رہنے کا سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے" ممتاز مورخ ڈاکٹر تاراچند نے اپنے پیغام میں کہا کہ محمد قلی کا شمار ذہین بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ اس طرح اور بھی ادیبوں اور اہم شخصیات کی جانب سے پیغامات موصول ہوئے۔

ایک ماہنامہ ادارۂ اشاعت اردو بمبئی کی جانب سے ایک علمی - ادبی اور تہذیبی ماہنامہ شائع ہو رہا ہے جس کا نام ہے روبرو - یہ رسالہ ۲۰×۳۰/۸ سائز پر اور ۸۰ صفحات پر مشتمل ہوگا - جوہر امروہوی مدیر رسالہ نے اہلِ قلم سے تعاون کی اپیل کی ہے۔

تلخیص الاردو :- یہ انجمن کے مشہور علمی جریدے سہ ماہی "اردو" کے سی سالہ پرچوں کے بہترین مضامین کا انتخاب ہے۔ اس میں مشاہیر اہلِ قلم کے لکھے ہوئے گیارہ علمی و ادبی مقالات شامل ہیں۔

قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

اردو تھیٹر
ڈاکٹر عبدالعلیم نامی

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی (پرنسپل اورینٹل کالج بمبئی) نے اردو ڈرامے کی مکمل تاریخ مرتب کی ہے۔ جس میں ڈراموں ڈرامہ نگاروں، اداکاروں اور ڈرامہ کمپنیوں وغیرہ کے بارے میں ایسی معلومات ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔ یہ کتاب دراصل اردو ڈرامے کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

قیمت فی جلد سات روپے

سعادت یار خاں رنگیں :-
ڈاکٹر صابر علی خاں

یہ کتاب سعادت یار خاں رنگیں کے حالات زندگی اور جائزہ تصانیف پر مشتمل ہے۔ فاضل مصنف کو اس تحقیقی کارنامے پر پنجاب یونیورسٹی نے پی ایچ ڈی کی سند عطا کی تھی۔

قیمت پانچ روپے پچھتر پیسے

انجمن ترقی اردو۔ بابائے اردو روڈ کراچی ۱

ایک عظیم الشان علمی کارنامہ

قاموس الکتب

کتابوں سے متعلق یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہوگی ۔ پہلی جلد جو مذہبی کتابوں سے متعلق ہے ، شائع ہو چکی ہے ۔ یہ اسلام اور دیگر مذاہب کے بارے میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں کی مکمل فہرست ہے جس میں تقریباً بارہ ہزار کتابوں کے متعلق بنیادی معلومات دی گئی ہیں ۔

یہ کتاب $\frac{۳۰\times۲۰}{۸}$ تقطیع کے چودہ سو صفحات پر مشتمل ہے ۔ ۱۶۶ عنوانات کے تحت کتابوں کو تقسیم کیا گیا ہے ۔ آخر میں ۲۰۰ صفحات کا اشاریہ ہے ۔ شروع میں بابائے اردو کا فاضلانہ مقدمہ ہے ۔

قیمت چالیس روپے

انجمن ترقی اردو

بابائے اردو روڈ ۔ کراچی نمبر (۱)

ابوسلمان شاہجہانپوری

نئے خزانے

عنوانات

- ادبیات اردو
- تحقیق وتنقید
- ادبی مجالس اور دیگر ادبی سرگرمیاں
- دیگر زبانوں کا ادب
- اردو زبان اور اس کے مسائل
- تاریخ وسیاسیات
- تعلیم
- تہذیب وتمدن
- خودنوشت
- شخصیات
- اقبال
- غالب
- دیگر شخصیات
- صحافت
- کتابیات وکتب خانے
- مذہبیات
- تفسیر قرآن مجید
- سیرت وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- مسائل ومباحث
- مکاتیب

پیش نظر اشاریے کی ترتیب میں ماہ نومبر ۶۶ء اور بعض دیگر مہینوں کے مندرجہ ذیل رسائل و اخبارات سے مدد لی گئی ہے

ماہنامہ ادب لطیف لاہور (خاص نمبر) ستمبر اکتوبر ۶۶ء ماہنامہ رہنمائے تعلیم دہلی نومبر ۶۶ء ماہنامہ اعظم گڑھ نومبر ۶۶ء
" افکار کراچی (نئی تخلیق نمبر) اکتوبر نومبر ۶۶ء " زندگی رام پور " " " منشور کراچی " "
" الارشاد جدید " اگست ستمبر ۶۶ء " ساقی کراچی " " " میثاق لاہور " "
" البلاغ بمبئی نومبر ۶۶ء " سب رس حیدرآباد دکن اکتوبر نومبر " نصرت (اسلامی سوشلزم نمبر) لاہور ستمبر اکتوبر "
" الرحیم حیدرآباد " " سیارہ لاہور نومبر " نگار پاکستان کراچی اکتوبر نومبر "
سہ ماہی العلم کراچی جولائی تا ستمبر ۶۶ء " سیارہ ڈائجسٹ " " " نوائے سیفیہ بھوپال نمبر حصہ ۲
ماہنامہ المنبر لائل پور اکتوبر نومبر " صبا حیدرآباد دکن اگست ستمبر " ہندوستانی ادب حیدرآباد دکن اکتوبر نومبر "
" انجمن اسلامیہ میگزین کراچی اکتوبر " صبح دہلی اکتوبر " ہفت روزہ المنبر لائل پور نومبر "
" برہان دہلی نومبر " طلوع اسلام لاہور نومبر " آئین لاہور " "
" بینات کراچی " " عارف " " " چٹان " "
" پیام عمل لاہور " " عالمی ڈائجسٹ کراچی " " " خدام الدین " "
" تجلی دیوبند " " فروغ اردو لکھنؤ " " " شہاب " "
" تحریک دہلی " " فکر و خیال کراچی ستمبر تا نومبر " صدق جدید لکھنؤ " "
" تہذیب الاخلاق لاہور اکتوبر نومبر " قومی زبان " نومبر " قندیل لاہور " "
" ثقافت " نومبر " کارواں بہاول پور اکتوبر نومبر " لاہور " "
" جامعہ دہلی " " کتاب لاہور نومبر " روزنامہ انجام کراچی جمعہ و اتوار ایڈیشن
" چراغ راہ کراچی اکتوبر نومبر " کتابی دنیا کراچی " " " جنگ " "
" خاتون پاکستان " اکتوبر " گل خنداں لاہور اگست تا اکتوبر " حریت " "
" خاتون دکن (سالنامہ) حیدرآباد دکن اکتوبر نومبر " مجلہ جناح کالج کراچی ۶۵-۶۶ء

ادبیات اردو

تحقیق و تنقید

ابو سلمان، شاہجہانپوری	مولانا ابوالکلام آزاد کا غیر مطبوعہ کلام[1]	تحریک، ص ۳ تا ۹، نومبر
احمد رفاعی	ذوق کی قصیدہ نگاری	قومی زبان، ص ۵۵ تا ۶۲، نومبر
اختر، بشیر محمود	نذیر احمد کی ناول نگاری کا فن	نگار پاکستان، ص ۷۹، اکتوبر
اختر، سلیم	ادب تخلیقی محرکات اور تخلیقی عمل	" " ص ۳۴ تا ۳۹، نومبر
ارشاد، سید نقی احمد	مرثیہ شاد عظیم آبادی اور اصلاح صفیر و دبیر[2]	" " ص ۳ تا ۱۸، اکتوبر
ارشد، عبدالحمید و دیگر حضرات[3]	احمد عقیل ودانی کی نظم پر تنقید	کارواں، ص ۶۴ تا ۷۳، اکتوبر نومبر
ادیب، ڈاکٹر لطیف حسین	قصیدہ خزینۃ البرکات	قومی زبان، ص ۴۱ تا ۴۴، نومبر
اسلام، ڈاکٹر محمد	جگر کے نقاد	سب رس، ص ۵ تا ۲۲، "
اسمتھ، ڈیٹس سی	بچوں کی کتابیں	کتاب، ص ۵۵ تا ۵۸، "
اشرف، حکیم عبدالرحیم	مرزا غلام احمد کی نفسیات اور ان کا اسلوب کلام	المنبر، ص ۱۰ تا ۱۷، ۲۸ اکتوبر
اعظمی، قمرالحسن	خیالات و احساسات	فروغ ادب، ص ۲۰ تا ۲۲، نومبر
انصاری، اسلوب احمد	تعلیم و تدریس	ساقی، ص ۲۵ تا ۲۷، "
آروی، شمس تبریز خاں	جگر کا اسلوب تغزل	جامعہ، ص ۲۵۴ تا ۲۶۷، "
آل احمد، سید و خالق تنویر	ادب اور نئی نسل	کارواں، ص ۵، اکتوبر نومبر
آئینسکو، یوجین		
خیرالنساء (مترجم)	ہمارے ادبی مسائل	صبا، ص ۷۵ تا ۸۴، اگست ستمبر
پراچہ، احمد	اردو افسانے کا ارتقا	قندیل، ص ۱۹، ۲۰ نومبر
تابش، ذوالفقار احمد	بچوں کے ناول	" " ص ۱۴ تا ۲۲، ۳۰ اکتوبر

---

[1] منقول از سہ ماہی اردو، کراچی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۶۶ء

[2] رسالہ "اردو" کراچی میں مطبوعہ مرثیہ کے متعلق

[3] وسیم خالد، علی احمد رفعت، سید محمود جعفری، جمیل اختر اور خالد تنویر

جوہر، نربھے رام	نیاز (فتح پوری) مرحوم اپنے خطوط کے آئینے میں	نگار پاکستان، ص ۵۸ تا ۵۹، نومبر
حارث، سجاد	شاعری میں موضوعات مرگ کی نیرنگیاں	تہذیب الاخلاق، ص ۱۷ تا ۲۷، "
حرمت الاکرام، سید	شاد عارفی کی غزل گوئی	صبح، ص ۳۳ تا ۳۷، اکتوبر
حسرت، کاسگنجوی	اردو ادب اور جاسوسی ناول	ساقی، ص ۴۹ تا ۵۲، نومبر
حسین، انتظار	بچوں کی کتابوں کی زبان	انجام، ص ۹، ۱۴ نومبر
حسین، آغا افتخار	چند معروضات (ادب)	افکار، ص ۹۷، اکتوبر نومبر
حسین، مجتبیٰ	اردو میں آزاد نظم کا تجزیہ	" " ۸۵ تا ۸۹، " "
حنیف رامے	کتابیں اور تصویریں	حریت، ص ۲، ۱۴ نومبر
خالد، انور محمود	احمد ندیم قاسمی سے ..... ایک ملاقات	ادب لطیف، ص ۱۷ تا ۲۴، خاص نمبر
خان رضوانی	سرائیکی کی رزمیہ شاعری	جنگ، ص ۹، ۱۱ نومبر
دانش، عقیل	(خواجہ میر) درد اور تصوف	فکر و خیال، ص ۷ تا ۱۰، ستمبر
ودائی، فرخ	ایمیج ایجری اور اردو شاعری	کاروان، ص ۵۳ تا ۵۷، اکتوبر نومبر
ذکاء الرحمٰن	آج کا ادب اور ادیب	ادب لطیف، ص ۲ تا ۱۴، خاص نمبر
رتن پنڈوری	لطائف الادب	رہنمائے تعلیم، ص ۱۲ تا ۱۴، نومبر
زیدی، علی جواد	یادوں کے چراغ	صبح، ص ۴۶ تا ۵۱، اکتوبر
سننام محمود، ڈاکٹر مسز	اردو میں بچوں کا ادب	کتاب، ص ۴۱ تا ۴۸، نومبر
شاہ رخ، سلمان	بچوں کی کتابیں	جنگ، ص ۵، ۱۹ "
شمس لکھنوی، سید محمد باقر	غازی الدین حیدر کا عہد اور ان کی زبان و شاعری	نگار پاکستان، ص ۵۰ تا ۵۷، نومبر
صادق کاشمیری، خواجہ	ٹیڈی شاعری	چٹان، ص ۷، ۱۴، ۷ نومبر
صدیقی، انور	نئی غزل کا مزاج	صبح، ص ۸۳ تا ۸۹، اکتوبر
صدیقی، ظہیر احمد	تحقیق و تنقید	ساقی، ص ۴۱ تا ۴۵، نومبر
صدیقی، عظیم الشان	فسانۂ لطافت	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، ۱۵ "
صدیقی، محمد اکبر الدین	علم سلوک (ایک قدیم مثنوی)	قومی زبان، ص ۴۳ تا ۵۴، "
صفدر علی بیگ، مرزا	فلسفۂ حسن و عشق	معارف، ص ۳۶۵ تا ۳۸۱، "
طالب، اشتیاق	کچھ آزاد نظم کے بارے میں	نگار پاکستان، ص ۶۰ تا ۶۲، "

طالب، اشتیاق	ادب منزل بمنزل (تصنیف سیدہ انیس فاطمہ) کا سرسری جائزہ	العلم، ص ۹ تا ۱۴، جولائی تا ستمبر
طالب، دہلوی	دلی کی شاعری	رہنمائے تعلیم، ص ۲۶ تا ۲۷، نومبر
عبدالسلام، شیخ	تاجور (ناول از سلطانہ مہر)	کتاب، ص ۱۲ تا ۱۴، نومبر
عثمانی ندوی، طیب	ادب میں اخلاقی اقدار کا تصور	سیارہ، ص ۲۳ تا ۳۵، "
علوی، عمر	قومی ادب کا مسئلہ	ادب لطیف، ص ۴۷ تا ۵۶، خاص نمبر
علی احمد، پروفیسر	بچوں کی تعلیم میں صحیح و غلط	کتاب، ص ۱۵ تا ۱۸، نومبر
جابر علی، سید	ہیگل کا تصورِ المیہ	کارواں، ص ۱۶ تا ۲۹، اکتوبر نومبر
عمر، منور	دود چراغ محفل (ذکا الرحمان کا ناول)	ادب لطیف، ص ۵۷ تا ۶۳، خاص نمبر
عنایت اللہ	زہریلا ادب	کتاب، ص ۵۹ تا ۶۴، نومبر
فاروقی، ڈاکٹر، محمد احسن	تنقید اور احساس کمتری	ساقی، ص ۴ تا ۶، "
فراہی، سعداللہ	کمیونزم اور اردو ادب	فروغ اردو، ص ۴۳ تا ۶۷، نومبر
فرمان فتحپوری	اردو میں منظوم ڈرامائی افسانوں کا آغاز و ارتقا[1]	نگار پاکستان، ص ۴۳ تا ۵۲، اکتوبر
" "	مذہب عشق پر ایک نظر	" " ۷۲ تا ۷۴، نومبر
قریشی، ڈاکٹر وحید	مولانا محمد علی جوہر کی شاعری	لاہور، ص ۵ تا ۱۲، ۱۲ نومبر
قریشی، معین الدین	جوش ـــ حیدرآباد میں سترہ برس بعد	صبا، ص ۳۱ تا ۴۴، اگست ستمبر
محسنی، رضیہ	مثنویات میر پر ایک نظر	جامعہ، ص ۲۶۸ تا ۲۷۳، نومبر
محمد سعید دہلوی، حکیم	بچوں کا ادب	جنگ، ص ۱۱، ۱۹ نومبر
محمود الرحمان (پرویز کاکوی)	بچوں کا ادب الفاظ و انداز بیان کی اہمیت	کتاب، ص ۶۵ تا ۶۹، نومبر
مذنب، رحمان	بچوں کا ڈراما	" " ۷۰ تا ۷۲، "
معین الرحمان، سید	حرف معذرت (مقالہ بزم فروغ اردو، لاہور میں پڑھا گیا)	کارواں، ص ۱۷ تا ۴۴، اکتوبر نومبر
مفتون کوٹوی	قرینے (مجموعہ کلام ابرار حسن گنوری) میں شاعرانہ قرینے	رہنمائے تعلیم، ص ۱۰ تا ۱۳، نومبر
مقبول، الٰہی	اردو کے عظیم شاعر عبدالعزیز خالد کی نئی تخلیق منحمنا	شہاب، ص ۸ تا ۱۰، ۲۰ ر "

---

[1] دوسری قسط کے لئے دیکھئے شمارہ نومبر ص ۴۳ تا ۶۸ -

منظر، شہزاد	ٹیگور اور ان کا تضاد	نگار پاکستان، ص ۵۵ تا ۶۲، اکتوبر
منہاس، کسری	طنز بدیہہ	ادب لطیف، ص ۴۱ تا ۴۲، خاص نمبر
مہدی، جمیل	حسرت (موہانی) اور تہذیب عاشقی	نگار پاکستان، ص ۷ تا ۱۴، اکتوبر
نظامی، خواجہ حسن	سرمد نامہ	عارف، ص ۲۳ تا ۲۴، نومبر
نظامی، عابد	خواجہ میر درد کی شاعری	سیارہ، ص ۲۳ تا ۴۱، "
ناز، ایس ایم	بلوچی کی لوک کہانیاں	قندیل، ص ۱۲ تا ۱۳، ۲۱، ۲۳ر نومبر
ناہید، ثانی، ڈاکٹر	پرانے موسموں کی آواز ـــ کمار پاسی کے مجموعہ کلام پر ایک نظر	ادب لطیف، ص ۳۹ تا ۴۴، خاص نمبر
نوشاہی، گوہر	قدرت کلام اور ندرت بیان کی شاعری	" ص ۳۳ تا ۳۸، "
وزیرآبادی، عبدالعزیز	فن خطاطی اور خطاط	جنگ، ص ۹، ۷ر نومبر
وصی الحسن	اکبر طنز و مزاح کے آئینہ خانے میں	فروغ اردو، ص ۱۳ تا ۱۶، نومبر
•	چکبست کے مرثیے	ہماری زبان، ص ۶ تا ۷، ۲۲ر "
ہاشمی، اختر نذیر	قصہ رودگی کے قصیدے کا	کارواں، ص ۵۸ تا ۶۰، اکتوبر نومبر
ہما میرٹھی	آئینہ حقیقت (سرور جہاں آبادی اور شاکر میرٹھی کے متعلق)[۱]	ہماری زبان، ص ۶ تا ۷، ۱۵ر نومبر
یاسمین، زینت	ڈراما اور ڈراما نگار	جنگ، ص ۱۵، ۱۰ر نومبر
———	اردو ڈرامے کا ارتقا	ساقی، ص ۵۸ تا ۶۲، "
———	افکار پریشان ـــ کچھ کیانی کے اور کچھ اپنے	چراغ راہ، ص ۱۸ تا ۲۵، اکتوبر نومبر
———	تنقید اور تحقیق	ادب لطیف، ص ۵۶ تا ۶۲، خاص نمبر

ادبی مجالس اور سرگرمیاں

بہرام	پنڈی کی ادبی سرگرمیاں	ادب لطیف، ص ۶۷ تا ۶۹، خاص نمبر
کوثر چاندپوری	بات ایک دور کی (بھوپال کی ایک محفل مشاعرہ)	نور کے سفینہ، ص ۷ تا ۹،
ہمعصر	لاہور کا ادبی جائزہ	ادب لطیف، ص ۶۵ تا ۶۶، خاص نمبر

---

[۱] اسی سلسلے میں ایک مراسلہ سید مسعود حسن رضوی ادیب کا اسی شمارے کے ص ۸ پر چھپا ہے۔

بجید، حمید اصغر	ہر بشر روح میں ناسور لئے پھرتا ہے (ریڈیو پاکستان[1] کا مشاعرہ)	چٹان، ص ۱۰ تا ۱۱، ۷ نومبر

دیگر زبانوں کا ادب

فاروقی، شمیم اختر	موجودہ تمدن کے سنوارنے میں عربی زبان کا حصہ	فروغ اردو، ص ۱۷ تا ۱۹، نومبر
قزوینی، مرزا محمد خاں بن عبد الوہاب		
حبیب انصاری (مترجم)	موجودہ فارسی کی سب سے پرانی کتاب	نگار پاکستان، ص ۶۹ تا ۷۰، اکتوبر
مہر، غلام رسول	فارسی شاعری کے دلآویز نوادر	چٹان، ص ۹، ۲۴ر اکتوبر

اردو زبان اور اس کے مسائل

اعظمی، عبد اللطیف	اردو کا مسئلہ	صبح، ص ۵ تا ۶، اکتوبر
آغا، ڈاکٹر اے ایس	قومی زبان	قندیل، ص ۱۸، ۱۳ر نومبر
تحسین سروری	اردو زبان کے غیر ادبی ماخذ (بوستان اودھ)	" ص ۶۵ تا ۶۸، "
حسن خاں، ڈاکٹر مسعود	دکن میں اردو	نگار پاکستان، ص ۵۳ تا ۶۲، اکتوبر
رحمان، جسٹس ایس اے	اردو انجمنوں کی مجلس مشاورت	قومی زبان، ص ۱۹ تا ۲۲، نومبر
سہنا، شیو پرشاد	اردو کی بپتا	صدق جدید، ص ۷، ۲۱ر اکتوبر
عبد الحق، بابائے اردو مولوی	قائد اعظم اور اردو	امروز، ص ۳، ۴، ۲۵ر دسمبر
معین الرحمان، سید	انجمن ترقی اردو	کتاب، ص ۱۳ تا ۲۶، نومبر
نظامی، خواجہ حسن	ہندوستان کی قدیم بولی	ہندوستانی ادب، ص ۲۹ تا ۳۲، اکتوبر نومبر

تاریخ و سیاست

ابو سلمان، شاہجہانپوری	حضرت شاہ ولی اللہ کے عہد کے اخلاقی و مذہبی حالات	الرحیم، ص ۳۵ تا ۴۴، نومبر
اسرار احمد	تحریک جماعت اسلامی — نقش غزل (۳)	میثاق، ص ۳۳ تا ۵۴، "

---

[1] دیگر قسطیں ۳۰ر اکتوبر اور ۱۴ر نومبر کے پرچوں میں دیکھیے

احمد، آفاق	ہندی افادی اور بھوپال	نوائے سیفیہ، ص ۳۶ تا ۳۷،
احمد، سلطان	شیرشاہ کا ہندوستان	ہندوستانی ادب، ص ۴۵ تا ۵۵، اکتوبر، نومبر
احمد، ممتاز	اقوام متحدہ ـــ معاشی اور سیاسی بحران کی زد میں	چراغ راہ، ۵۰ تا ۵۷، " "
آباد شاہ پوری	مسلمان قومیں اشتراکیت کے سایے میں	آئین، ص ۱۴ تا ۱۵، ۱۹ نومبر
بٹالوی، ڈاکٹر عاشق حسین	انیسویں صدی کے انگلستان کی کہانی مرزا اعتصام الدین کی زبانی	قندیل، ص ۲۳، ۱۳ نومبر
بریلوی، سید مصطفےٰ علی	انگریزوں کی لسانی پالیسی اور مسلمان	العلم، ص ۵۰ تا ۵۶، جولائی تا ستمبر
پیام شاہجہانپوری	قائد اعظم کانگریس سے کیوں بد دل ہو گئے؟	امروز، ص ۲، ۲۵ دسمبر
تیموری، ڈاکٹر حامد رضا	قلعہ رائے سین (بھوپال)	نوائے سیفیہ، ص ۱۴،
جلال شاہجہانپوری	ہندی تہذیب و ثقافت اور صنعت و تجارت کے مختلف ارتقائی دور	سب رس، ص ۱۷ تا ۲۴، نومبر
جعفری، رئیس احمد	موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے کارنامے	ثقافت، ص ۵۷ تا ۶۴، "
" "	تاریخ پاکستان کی جھلکیاں[1] (۲۴)	انجام، ص ۱۲، ۵ نومبر
چغتائی، جہاں قدر	بیتے دنوں کی بیتی باتیں (بھوپال کی زندگی)	نوائے سیفیہ، ص ۱۵ تا ۱۶،
چغتائی، عنبر	سر راس مسعود بھوپال میں	العلم، ص ۸۳ تا ۸۹، جولائی تا ستمبر
حسن، سید سبط	ماضی کے مزار ـــ غار التیرا کا نگار خانہ	افکار، ص ۱۳ تا ۲۸، اکتوبر، نومبر
حسین، زوار	فکر انسانی میں انقلاب کی ضرورت	کارواں، ص ۴۷ تا ۵۲، " "
خاں، پروفیسر حامی الدین محمد احمد صدیقی (مترجم)	برصغیر پاک و ہند کے افغان حکمراں	العلم، ص ۹۰ تا ۱۰۰، جولائی تا ستمبر
راشدی، پیر علی محمد	مشرق و مغرب[2]	جنگ، ص ۱۲، ۵ نومبر
دسنوی، عبدالقوی	سر راس مسعود بھوپال میں	نوائے سیفیہ، ص ۳۴ تا ۲۶،
" "	سرزمین بھوپال	" " ۴ تا ۵،

---

[1] اس سلسلے کی دیگر اقساط کے لئے دیکھیے ۱۹ اور ۲۶ نومبر کا انجام

[2] عالمی سیاسی مسائل اور واقعات پر تبصرے کا مستقل سلسلہ ہر جمعہ کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں۔

خاں، عظیم اللہ	بھوپال کے فرقہ وارانہ تعلقات	نوائے سیفیہ، ص ۱۳،
راہی، نثار	بھوپال نئی اور پرانی تہذیب کا سنگم	" " ۱۷ تا ۱۸،
رضوی، ڈاکٹر سلیم احمد	بھوپال قدیم و جدید	" " ۱۱ تا ۱۲،
شرر، مولانا عبدالحلیم	لکھنؤ کے بانکے	عالمی ڈائجسٹ، ص ۷۴ تا ۷۶ + ۸۱، نومبر
صہیب، محمد	ارشمیدس کے کارنامے	فکر و خیال، ص ۳۷ تا ۳۸، ستمبر
طنطاوی		
نعیم صدیقی اعظمی (مترجم)	ایک حاکم (ابراہیم پاشا) ایک عالم (شیخ سعید) کی بارگاہ میں	ثقافت، ص ۴۳ تا ۶۰، نومبر
عالم، خورشید	تجارت کا عالمی کردار	طلوع اسلام، ص ۶۵ تا ۷۲، نومبر
عباسی، پروفیسر منظور احسن	اصحاب صفہ	آئین، ص ۱۰ تا ۱۱، ۲۴ نومبر
عبدالرحمان، سید صباح الدین	سولہویں اور سترہویں صدی میں شمالی ہند میں مسلمان مجددوں کی تحریکیں	معارف، ص ۳۲۵ تا ۳۴۶، نومبر
" "	ہندوستان امیر خسروؒ کی نظر میں	صدق جدید، ص ۶، ۱۱ نومبر
علی، ڈاکٹر اشفاق	بھوپال کی کہانی	نوائے سیفیہ، ص ۱۰،
علی، ڈاکٹر جواد		
نثار احمد فاروقی (مترجم)	تاریخ طبری کے ماخذ	برہان، ص ۲۹۷ تا ۳۰۴، نومبر
فاروقی، ضیاء الحسن	یونانی تہذیب کا پھیلاؤ	جامعہ، ص ۲۲۷ تا ۲۳۸، "
قادری، نور احمد	پاکستان اور انڈونیشیا	انجام، ص ۵، ۵ نومبر
قدوسی، ارشاد الحق	اشاعت اسلام میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا حصہ	" " ۳، ۱۰، ۵ "
قطب الدین، ڈاکٹر محمد	دریائے نیل (۱۳) (افریقی کی کہانی)	العلم، ص ۵۷ تا ۶۹، جولائی تا ستمبر
کاظمی، سید غلام حسین شاہ	چترال کے حکمران خاندان (قسط سوم)	" " ۱۷ تا ۲۸، " "
کرزن، ایڈورڈ	کمیونزم کے انچاس برس	تحریک، ص ۱۱ تا ۱۲، نومبر
گزدر، ایم ڈبلیو	خلیفہ کے تعلقات مسلمانوں سے	ثقافت، ص ۴۶ تا ۵۴، "
لطیف احمد خاں	انڈونیشیا	حریت، ص ۱۰، ۵ "
مسعود، اقبال	بھوپال کی کچھ یادیں	نوائے سیفیہ، ص ۱۹ تا ۲۰،

متل، گوپال	اسلام کے تئیں سوویٹ روس کا مصالحانہ رویہ	تحریک، ص ۲۲ تا ۲۳، نومبر
ماہرالقادری	صحابہ کرامؓ اور مولانا مودودیؒ	شہاب، ص ۸ تا ۹، ۳۰ر اکتوبر
ملک، منظور	ہماری خارجہ پالیسی	فکر و خیال، ص ۴۳ تا ۴۴، اکتوبر نومبر
مہر، مولانا غلام رسول	عالمگیر اعظم کی سیرت	لاہور، ص ۱۰ تا ۱۱ + ۱۳، ۱۳ر نومبر
نجیب آبادی، مولانا اکبر شاہ	خلافت عثمانی پر ایک نظر	آئین، ص ۳، ۲۶ر نومبر
ندوی، ساجد علی	شبلی اور بھوپال	نوائے سیفیہ، ص ۷، ۲ تا ۸، ۲،
یزدانی، خواجہ عبدالمجید	ملا بدایونی اور فیضی	کارواں، ص ۳۰ تا ۳۴، اکتوبر نومبر
	اوچ شریف	لاہور، ص ۵ تا ۷، ۱۱ر نومبر
	سجاح بنت حارث (ایک مدعیہ نبوت)	المنبر، ص ۲۵ تا ۲۹، ۲۸ر اکتوبر
	لندن میں قائداعظم کے شب و روز	گل خنداں، ص ۷ تا ۹، اکتوبر

تعلیم

اختر حسین صدر انجمن ترقی اردو	مجوزہ اقامتی اردو کالج (کراچی)	قومی زبان، ص ۳ تا ۵، نومبر
اعظمی، عبداللطیف	یوم تاسیس اور کانووکیشن کے جلسے (جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی)	جامعہ، ص ۲۸۰، نومبر
بختیاری، پروفیسر قیصر حسین خاں	تعلیم کے میدان میں پاکستان کی تیز رفتار ترقی	فکر و خیال، ص ۱۷ تا ۱۹، اکتوبر نومبر
چودھری، پروفیسر عبدالغفور	استاد اور اس کے مسائل	تہذیب الاخلاق، ص اکتوبر
״ ״	اسلامی نظام کا پہلا ضابطہ تعلیم	ثقافت، ص ۱۹ تا ۵۴، نومبر
خاں، خالد یار	سائنس کا چیلنج اور تعلیم	فکر و خیال، ص ۲۵ تا ۳۰، اکتوبر نومبر
رسولپوری مبارکپوری، مولانا احمد حسینؒ	التحصیل والتکمیل (تعلیم و تدریس کے موضوع پر ایک مستقل کتاب جس کی اشاعت بالاقساط ہوگی)	البلاغ، ص ۱۳ تا ۲۱، نومبر
عبداللہ، ڈاکٹر سید	کچھ نظام تعلیم کے بارے میں	قومی زبان، ص ۲۲ تا ۳۰، ״
فاروقی، ڈاکٹر احسن	تعلیم خود بینی نہیں جہاں بینی ہے۔	نگار پاکستان، ص ۱۰ تا ۱۳، ״

---

[1] اس سلسلے کی دیگر اقساط ۶ تا ۲۰ر نومبر کے شماروں میں دیکھئے۔

قطب الدین، ڈاکٹر محمد	جمہوریہ سوڈان میں تعلیم	العلم، ص ۷۰ تا ۸۷، جولائی ستمبر
کشفی، سید ابوالخیر	ہمارا نظام تعلیم اور فکری و عملی آزادی	نگار پاکستان، ص ۴۳ تا ۵۴، اکتوبر
مجیب، پروفیسر محمد	جامعہ کی رپورٹ	جامعہ، ص ۲۲۹ تا ۲۴۲، نومبر
سیفیہ — ایک عظیم درس گاہ (بھوپال)		نوائے سیفیہ، ص ۳۳

تہذیب و تمدن

امین، مولانا محمد تقی	ایک اور تہذیب جدید کی ضرورت	خاتون پاکستان، ص ۷ تا ۴۲، اکتوبر نومبر
درانی، عبدالصمد	بلوچ شادی اور اس کی رسومات	" " " ۱۳ تا ۱۱، " "
نجیب آبادی، مولوی حمید اللہ خاں	خود غرضی اور ہمارا معاشرہ	العلم، ص ۱۰۱ تا ۱۰۴، جولائی تا ستمبر

خود نوشت

ادیب، صفدر	میرے بچپن کا مطالعہ (ابتدائی مطالعہ سے متعلق مشاہیر لاہور سے چند سوالات اور ان کے جوابات)	کتاب، ص ۱۲ تا ۱۸، نومبر
غلام احمد، مرزا	مرزا غلام احمد کی کہانی	المنبر، ص ۸ تا ۱۰، ۲۵ر ۰
" "	مرزا غلام احمد کی کہانی ان کی زبانی	" " ۱۱ تا ۱۴، ۲۸ر اکتوبر
ناظر کاکوروی، مشیر احمد علوی	آشفتہ سبری میری (خود نوشت)	العلم، ص ۷۹ تا ۸۲، جولائی تا ستمبر

شخصیات

اقبال

حسن خاں، ممنون	اقبال بھوپال میں	نوائے سیفیہ، ص ۱۶ تا ۲۲
عطا، شاہ حسن	اقبال کا سر سید احمد خاں سے انفعال	تہذیب الاخلاق، ص ۶ تا ۱۶، نومبر
یوسف، ڈاکٹر سید محمد	علم و عشق اقبال کی نظر میں	نگار پاکستان، ص ۱۴ تا ۲۷، "

غالب

حسین، مختار	غالب کا فکری کارنامہ	افکار، ص ۷۶ تا ۸۰، اکتوبر نومبر

سحر، ڈاکٹر ابو محمد	غالب سے منسوب ایک شعر	ہماری زبان، ص ۴، ۲۲ نومبر
سرور، آل احمد	دیوان غالب	کتابی دنیا، ص ۹ تا ۱۲، نومبر
صدیقی، آمنہ نصیر انور	یہ ترا بیان غالب	گل خنداں، ص ۲ تا ۸، اگست ستمبر
فاضل، مرتضیٰ حسین	دیوان غالب کی نادر شرح	قومی زبان، ص ۳۱ تا ۴۴، نومبر
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر	مولانا حامد حسن قادری اور غالب شناسی	نگار پاکستان، ص ۸۴ تا ۹۳، نومبر
کمل، کاملہ حمید	غالب اور فلسفہ زندگی	خاتون دکن، ص ۵۴ تا ۷۶، اکتوبر "
کوثر، ڈاکٹر انعام الحق	غالب دل گداختہ	کارواں، ص ۹ تا ۱۵، اکتوبر نومبر
مصطفیٰ، محمد	غالب کے بعض اشعار	نگار پاکستان، ص ۴۰ تا ۴۴، نومبر

دیگر شخصیات

ابراہیم، محمد	مولانا شاہ ابوالحسن ادیب	ہماری زبان، ص ۳ تا ۴، ۲۴ نومبر
ابوالجلال ندوی	حضرت مریم علیہ السلام	خاتون پاکستان، ص ۴۲ تا ۵۲، اکتوبر نومبر
ارشد، رشید احمد	مصر کے مشہور افسانہ نگار	نگار پاکستان، ص ۴۴ تا ۹۴، نومبر
ارشد، عبدالحمید	تابش الوری — ایک انسان ایک فنکار	کارواں، ص ۲ تا ۸، اکتوبر نومبر
اسلام شاہ، سید محمد	شاد امرتسری	چٹان، ص ۱۸۰، ۷ نومبر
اسمٰعیل، حافظ محمد	حافظ خلف بن سالم — قرون اولیٰ کا ایک جلیل القدر سندھی محدث	الرحیم، ص ۴۴۴ تا ۴۴۸، نومبر
اطہر مبارکپوری، قاضی	خانوادہ حضرت شاہ گرم دیوان لہرادی	البلاغ، ص ۹۳ تا ۴۴، "
اطہر، ظہور احمد	توفیق الحکم — مصر کا عظیم ڈرامہ نگار	تہذیب الاخلاق، ص ۱۷ تا ۲۳، اکتوبر
اعظمی، عبداللطیف	۵۵ ادیب جن کا ستمبر میں انتقال ہوا	صبح، ص ۷ تا ۲۲، اکتوبر
افسر امروہوی	خیام الہند حیدر دہلوی	قومی زبان، ص ۷ تا ۱۲، نومبر
" "	" " [1]	لاہور، ص ۱۰ تا ۱۱، ۲۸ نومبر
اقبال، محمد	سلطان ٹیپو	گل خنداں، ص ۴ تا ۵، اگست ستمبر

---

[1] قومی زبان کراچی سے نقل کیا گیا۔

حسن البنا شہیدؒ		
معروف شاہ شیرازی (مترجم)	مذاکرات حسن البنا — ڈائری کے چند اوراق	چراغ راہ، ص ۱۰ تا ۱۷، اکتوبر نومبر
الحسینی، سید نفیس	حضرت خواجہ گیسو درازؒ	چٹان، ص ۱۵ تا ۱۶ + ۱۸، ۸ر نومبر
، ،	سیرت خواجہ گیسو درازؒ	، ، ۱۳، ۱۴ر نومبر
انجم اعظمی	مومن کا عشق اور رنگ تغزل	افکار، ص ۹۰، اکتوبر نومبر
انصاری، ماسٹر تاج الدین	مولانا ابوالحسنات قادری اور اتحاد اسلامی	انجام، ص ۲، ۲۶ر نومبر
ایوبی، محمد الدین	حضرت ابوبکر صدیقؓ	چراغ راہ، ص ۲۶ تا ۳۸، اکتوبر نومبر
اکروی، شمس تبریز خاں	ابن دقیق العید	معارف، ص ۳۴۷ تا ۳۶۴، نومبر
باری، سلطان	میکسم گورکی	منشور، ص ۲۱ تا ۲۵، نومبر
بدر منیر، محمد	الماس رقم (محمد صدیق سے انٹرویو)	کتاب، ص ۲۵ تا ۳۰، ،
بریلوی، سید الطاف علی	ایک بہادر دوست — ارتضیٰ حسن	العلم، ص ۱۰۰ تا ۱۱۵، جولائی تا ستمبر
، ،	نقصان عظیم — مولوی محمد عظیم الدین	، ، زائد ورق، ، ،
بریلوی، شفیق	بی اماں	خاتون دکن، ص ۲۷ تا ۲۸، اکتوبر نومبر
بلوچ، عبدالعزیز	آغا شورش کاشمیری	چٹان، ص ۴ + ۱۲، ۲۸ر نومبر
جان، ایم	شمس العلماء، ڈاکٹر سید علی بلگرامی	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۹ تا ۱۵، اکتوبر
جعفری، رئیس احمد	مولانا شوکت علی	انجام، ص ۲، ۲۹ر نومبر
چشتی، مولانا محمد عبدالعلیم	تذکرہ حجۃ الاسلام مولانا نانوتوی	الرحیم، ص ۴۳۹ تا ۴۵۶، نومبر
حسن، سید موسیٰ	جابر بن حیان	سیارہ ڈائجسٹ، ص ۱۱۹ تا ۱۲۲، ،
حسنی، یونس	سراج میر خاں سحر	نوائے سیفیہ، ص ۲۹ تا ۳۰،
حیدری، اظہار	خیام الہند حیدر دہلوی	حریت، ص ۳، ۲۸ر نومبر
خلیل، محمد انور	آئن اسٹائن	عالمی ڈائجسٹ، ص ۱۱ تا ۲۰، نومبر
خلیل، وقار	یوم زور (ڈاکٹر محی الدین قادری)	سب رس، ص ۹ تا ۲۶، اکتوبر
زہرہ بلگرامی	رانی جودھا بائی	جنگ، ص ۳، ۱۷ر نومبر
زیدی، سید رضا حسین	ایم۔ ایف۔ حسین	صبح، ص ۲۵ تا ۲۸، اکتوبر
ساجد، اعتبار	ایاز صدیقی	قندیل، ص ۸، ۳۰ر اکتوبر

شہابی، انتظام اللہ	مشاہیر اولیاء ہند و پاکستان	انجمن اسلامیہ میگزین، ص ۶۵ تا ۸۰، اکتوبر
صدیقی، آفاق	وادیٔ مہران کا ایک ماہر تعلیم (میاں حسن علی)	فکر و خیال، ص ۲۳ تا ۲۵، ستمبر
عابدی، ڈاکٹر امیر حسن	دیوان شریف کا	سب رس، ص ۳ تا ۷، نومبر
"	ثنائی مشہدی	معارف، ص ۳۸۲ تا ۳۹۱، نومبر
عبدالکبیر، محمد	مولوی سعد اللہ لدھیانویؒ	المنبر، ص ۱۲ تا ۲۳، ۲۵ر نومبر
عبدالواحد، ابوظفر	نئی شاعری کا نقیب حالیؔ	خاتون دکن، ص ۲۰ تا ۲۲، اکتوبر نومبر
عرفان، ایم	مولانا برکت اللہ بھوپالی	العلم، ص ۴۰ تا ۴۹، جولائی تا ستمبر
علی، خالد	شوکت علی	حریت، ص ۴، ۲۸ر نومبر
علی خاں، میر	جذب عالم پوری	سب رس، ص ۸ تا ۱۶، "
عمر خاں، ڈاکٹر غلام	ڈاکٹر زور	" " ۲۱ تا ۲۲، اکتوبر
غفوردت، پروفیسر پی۔ جی	نہرو اور ان کی شخصیت	جامعہ، ص ۲۴۵ تا ۲۵۳، نومبر
فاروقی، ضیاء الحسن	علامہ شبلی، بہ حیثیت مورخ[۱]	نگار پاکستان، ص ۳۴ تا ۴۳، اکتوبر
قریشی، فضل حق	نیاز فتح پوری	" " ۱۵ تا ۲۳، "
کوثر، حمید	میجر محمد طفیل شہید	ساقی، ص ۴۶ تا ۴۸، نومبر
کھنہ، بھارت چند	ڈاکٹر زور	سب رس، ص ۸ تا ۱۰، اکتوبر
محب، احسن	پروفیسر مظفر حسین رزمی	قندیل، ص ۲، ۱۳ر نومبر
مسیح الزماں، پروفیسر	دکن کا ایک قدیم مرثیہ گو — مرزا	تہذیب الاخلاق، ص ۹ تا ۱۶، اکتوبر
معظم، ڈاکٹر انور	سید محی الدین قادری زور کی اہم شخصیت	سب رس، ص ۱۷ تا ۲۰، اکتوبر
ملا، پنڈت آنند نرائن	خواجہ حیدر علی آتش	فروغ اردو، ص ۵ تا ۱۲، نومبر
نادم، سیتاپوری	آہ نیاز فتح پوری	نگار پاکستان، ص ۷ تا ۹، "
ناز، ایس ایم	حافظ مولانا ابوالحسنات	قندیل، ص ۲ تا ۳، ۲۰ر "
نجید، حمید اصغر	مولانا ظفر علی خاں	چٹان، ص ۱۰ تا ۱۲، ۲۸ر "
" "	حضرت امام شافعی	" " ۱۳، ۱۴ر "

[۱] ماہنامہ جامعہ دہلی سے نقل کیا گیا۔

نظامی، سراج	مولانا ظفر علی خاں	سیارہ ڈائجسٹ، ص ۱۳ تا ۱۹، نومبر
نظامی، عابد	ملا واحدی	قندیل، ص ۱۹ تا ۲۲، ۷ر ”
ودیالنکار، ونشی دھر	ڈاکٹر زور اردو کے عظیم خدمت گزار	سب رس، ص ۳۰ تا ۳۵، اکتوبر
یونس، محمد	حکیم مومن خاں مومن	خاتون دکن، ص ۷۸ تا ۹۰، اکتوبر نومبر
———	سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ	عارف، ص ۱۱ تا ۱۵، نومبر
———	مولانا شوکت علی	جنگ، ص ۱۰، ۸ر ”
———	میجر حبیب شہید	سیارہ ڈائجسٹ، ص ۴۹ تا ۵۶، نومبر

صحافت

اثر، اخلاق	عمدۃ الاخبار، بھوپال	نوائے سیفیہ، ص ۳۱ تا ۳۴،
بیدار، ڈاکٹر عابد رضا	رسالہ تعلیم و تربیت علی گڑھ	صبح، ص ۴۰ تا ۴۴، اکتوبر
خاں، جی۔ ایم	"ہندوستانی ادب" ستائیسویں سال میں	ہندوستانی ادب، ص ۷ تا ۸، اکتوبر نومبر
وشال، بدری	ہندی کی ادبی صحافت	صبا، ص ۳۳ تا ۴۴، اگست ستمبر
	برطانیہ میں صحافت	جنگ، ص ۱۱۰۲، ۵ر نومبر

کتابیات وکتب خانے

ابو سلمان، شاہجہانپوری	نئے خزانے (اپریل ۱۹۷۶ء کے رسائل کا اشاریہ)	قومی زبان، ص ۸۱ تا ۹۸، نومبر
انیس خورشید	قومی تعمیر و ترقی میں لائبریری کی اہمیت	کتابی دنیا، ص ۲ تا ۸، ۱۴، ”
برنی، ضیاء الدین احمد	رسالوں پر طائرانہ نظر	” ص ۴۳ تا ۶۷، ”
بیدار، عابد رضا	علوم اسلامیہ کی ایک انسائیکلوپیڈیا (معارف کے مضامین کا اشاریہ)	برہان، ص ۲۰۵ تا ۲۱۵، نومبر
خالدہ شیخ	لائبریریاں	قندیل، ص ۱۹، ۳۰ر اکتوبر
شفیع عقیل	بچوں کے لئے علیحدہ لائبریریوں کی ضرورت	جنگ، ص ۹، ۱۴ر نومبر
عارف خان	مشرق اور مغرب کے کتب خانے	انجام، ص ۴، ۷ر ”
مرزا، سخاوت	نوادرات کتب خانہ سالار جنگ بہادر	العلم، ص ۹۱ تا ۱۳۳، جولائی تا ستمبر

مذہبیات

تفسیر قرآن مجید

اصلاحی، امین احسن	تفسیر سورہ آل عمران (۱۱)	میثاق، ص ۳۲ تا ۳۶، نومبر
، ،	مقدمہ (تفسیر قرآن)	، ، ۱۹ تا ۲۲، ،
، ،	نجات کی راہ ــ سورہ والعصر کی روشنی میں	، ، ۳ تا ۱۸، ،
الحسینی، قاضی محمد زاہد		
محمد عثمان غنی (مرتب)	درس قرآن[1]	خدام الدین، ص ۳ تا ۱۳، ۲۸ اکتوبر
آزاد، مولانا ابوالکلام	قرآن فہمی کے اہم اصول	المنبر، ص ۱۰ تا ۱۱، ۱۱ نومبر
تھانوی، مولانا احتشام الحق	درس قرآن ــ سورہ بقرہ[2]	جنگ، ص ۵، ۵ نومبر
دریا بادی، مولانا عبدالماجد	سورہ ملک (۱)[3]	صدق جدید، ص ۵، ۲۸ نومبر
نقی، علامہ علی	تفسیر قرآن	پیام عمل، ص ۹ تا ۱۰، نومبر

سیرت و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الاصفہانی، حافظ ابوالشیخ		
محمد احمد (مترجم)	اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم	بینات، ص ۱۲ تا ۱۵، نومبر
فارانی، ابوطاہر	ہمارا آقا صلی اللہ علیہ وسلم	لاہور، ص ۵، ۶ نومبر
مختار دہلوی، محمد حبیب اللہ	سنت نبویہ اور قرآن کریم	بینات، ص ۱۸ تا ۳۲، ،

مسائل و مباحث

اسد، علامہ محمد	اسلامی حکومت اور اقتصادی تحفظ	نصرت، ص ۱۱۱ تا ۱۲۰، ستمبر اکتوبر

---

[1] درس قرآن کا مستقل سلسلہ خدام الدین کے ہر شمارے میں دیکھیئے

[2] درس قرآن کا مستقل سلسلہ ہر جمعہ کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں

[3] بقیہ اقساط ۷، ۹، ۱۱ نومبر کے شماروں میں دیکھیئے۔

احمد، شیخ افتخار

بشیر ساجد (مترجم)	اسلام، سرمایہ داری یا سوشلزم	نصرت، ص ۱۷۷ تا ۲۱۶، ستمبر اکتوبر
اصلاحی، مولانا امین احسن	قرآنی زندگی کے خدوخال	المنبر، ص ۴ تا ۶، ۱۱ نومبر
اطہر مبارکپوری، قاضی	اسلام اور عیسائیت	البلاغ، ص ۲۲ تا ۳۳، نومبر
افغانی، مولانا شمس الحق	فلسفہ معراج رسولؐ	چٹان، ص ۱۰ تا ۱۱، ۱۳ ر "
امام الدین رام نگری، حافظ	مصباح العمل کا تحقیقی جائزہ (۲)	تجلی، ص ۵۷ تا ۸۰، نومبر
امینی، مولانا محمد تقی	احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت	برہان، ص ۱۸۶ تا ۱۹۶، "
انور، مولانا عبیداللہ		
خالد سلیم (مرتب)	بہترین آدمی .... (اور) .... بہترین عمل	خدام الدین، ص ۴، ۱۸۶۴، ۱۸ نومبر
انور، مولانا عبیداللہ		
خالد سلیم (مرتب)	تحفہ معراج	" " ۴، ۱۸۶۴، ۲۵ ر "
انور، مولانا عبیداللہ	شکر اور ایمان	" " ۵ تا ۶، ۲۵ ر "
" "	صبر اور ایمان	" " ۵، ۲۸ ر "
بشارت علی، ڈاکٹر ایم		
محمد حسین زیدی (مترجم)	واردات مذہب	تہذیب الاخلاق، ص ۶۸ تا ۷۵، نومبر
بگٹی، فقیر بخش	اسلام کا معاشی نظام	نصرت، ص ۱۲۹ تا ۱۵۲، ستمبر اکتوبر
پرویز، غلام	ظلم کا انجام	طلوع اسلام، ص ۷ تا ۱۴، نومبر
" غلام احمد	اسلامک سوشلزم	نصرت، ص ۶۷ تا ۷۴، ستمبر اکتوبر
پھلواروی، مولانا شاہ محمد جعفر	ملکیت زمین	" " ۱۲۱ تا ۱۲۸، " "
حنیف رامے	اسلامی سوشلزم	" " (ابتدائی ۱۲ صفحات) "
تھانوی، مولانا احتشام الحق	نماز میں آمین	الارشاد جدید، ص ۶ تا ۷، ۱۶ اگست یکم ستمبر
حمیداللہ، صاحبزادہ	اسلام اور کمیونزم	خدام الدین، ص ۱۰ تا ۱۱ + ۱۴، ۲۸ اکتوبر
حنیف ندوی، محمد	نظریہ توحید اور اقدار حیات	ثقافت، ص ۵ تا ۱۸، نومبر
خالد، ایم یعقوب	اسلامی قوانین میں اجماع کی اہمیت	انجام، ص ۶، ۱۹ نومبر
زبیری، ڈاکٹر احمد	خدا ہندوستانی کلچر میں	زندگی، ص ۴۶ تا ۵۱، "

سروَر، پروفیسر محمد	شاہ ولی اللہؒ اور اسلامی سوشلزم	نصرت، ص ۱۰۵ تا ۱۱۲، ستمبر اکتوبر
سعید الرحمان، حافظ	کیا موت کے بعد دوسری زندگی ممکن ہے؟	الارشاد جدید، ص ۸۳ تا ۹۰، ۱۷ اگست یکم ستمبر
سومار، عبدالکریم	اسلام سوشلزم کے سہارے کا محتاج نہیں	نصرت، ص ۵۰ تا ۵۸، ستمبر اکتوبر
شاہ، نظر علی	معاشی نظام اسلام کے آئینے میں	" " ۱۵۳ تا ۱۶۴، " "
شیرازی، حکیم آزاد	شاہ ولی اللہؒ اور اسلامی سوشلزم	" " ۱۶۲ تا ۱۶۶، " "
صدیقی	اسلامی سوشلزم	" " ۶۲ تا ۶۸، " "
صدیقی، نجات اللہ	شرکت و مضاربت کے شرعی اصول	زندگی، ص ۱۷ تا ۲۹، نومبر
صدیقی، نعیم	اسلام کا معاشی نظام ... اور ہمارے مسائل (ایک تقریر)	آئین، ص ۱۷، ۲۰ نومبر
ظفر حسن امروہوی، سید	پردہ	پیام عمل، ص ۱۶ تا ۱۹، "
عثمان، پروفیسر محمد	اسلامی سوشلزم	نصرت، ص ۹۸ تا ۱۱۰، ستمبر اکتوبر
متعدد اشخاص و اخبارات[1]	اسلامی سوشلزم ـــ ایک قومی بحث	" " ۹ تا ۹۴، " "
مسعود، خالد	زکوٰۃ کی حقیقت	میثاق، ص ۳ تا ۲۲، نومبر
معشوق یار جنگ	تصوف و اہل تصوف	تہذیب الاخلاق، ص ۴۹ تا ۵۶، اکتوبر
معصومی، محمد صغیر حسن	بیسویں صدی میں اسلام	الرحیم، ص ۴۶۸ تا ۴۷۴، نومبر
مہر، مولانا غلام رسول	اسلام اور اسلامی سوشلزم	نصرت، ص ۵۱ تا ۵۶، ستمبر اکتوبر
میر، محمد صفدر	اسلام اور اشتراکیت	" " ۷۹ تا ۹۷، " "
ندوی، مولانا تقی الدین	امام اعظم ابوحنیفہؒ اور علم حدیث	الرحیم، ص ۳۷۵ تا ۴۰۴، نومبر
نور نبی، ڈاکٹر محمد	امام غزالیؒ اور ان کا نظریہ توحید	برہان، ص ۱۶۱ تا ۱۸۵، "
والی پوتہ، ڈاکٹر عبدالواحد		
سید محمد سعید (مترجم)	شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ - حصہ اول - (مبادیات اخلاقیات)	الرحیم، ص ۳۳۳ تا ۳۴۴، نومبر

---

[1] عبدالکریم سومار، عبداللہ حر، نظر علی شاہ، راشد چودھری، میاں لٹین خاں دتو، اکبر علی، چودھری محمد حسن، ایس اے حسنی، ایم ایچ حکیم، احسان علی شاہ، حکیم آزاد شیرازی اور دیگر حضرات نیز روزنامہ حریت کراچی اور کوہستان لاہور

یوسف، محمد	زکوٰۃ اور ٹیکس	چٹان، ص ۱۵ تا ۱۶، ۲۳ اکتوبر

مکاتیب

شبلی، نعمانی	مکتوب بنام پروفیسر نواب علی	افکار، ص ۱۸ تا ۲۲، اکتوبر نومبر
عبدالحق، ڈاکٹر مولوی	مکتوب بنام ڈاکٹر مظفرالدین قریشی	〃 〃 ۲۳ تا ۲۸، 〃 〃
مجاز، اسرارالحق	مکتوب بنام ایس ایم مستقیم	〃 〃 ۲۹ تا ۳۲، 〃 〃
نواب علی، پروفیسر سید	مکتوب بنام مولانا ابوالکلام آزاد	〃 〃 ۲۹، 〃 〃

انجمن کی چند زیر طبع کتابیں

تذکرہ ہمیشہ بہار	تصنیف :- کشن چند اخلاص	ترتیب :- ڈاکٹر وحید قریشی
تذکرہ گلشن ہمیشہ بہار	〃 نصراللہ خویشگی	〃 ڈاکٹر اسلم فرخی
تذکرہ عروس الاذکار	〃 نصیرالدین نفش	〃 افسر امروہوی
مقامات ناصری	〃 میر ناصر علی مرحوم	〃 انصار ناصری
کند مالا (ڈرامہ)	〃 دن نگا اچاریہ	ترجمہ :- صمدانی نقوی
شمالی ہند کی نثری داستانیں	〃 ڈاکٹر گیان چند	
شمالی ہند کی منظوم داستانیں	〃 ڈاکٹر فرمان فتح پوری	
سلطان باہو کا کلام	〃 سلطان باہو	ترجمہ :- عبدالمجید بھٹی
روسی مسلمانوں کی تاریخ	〃 مزمل لیلین	
اردو تھیٹر (جلد چہارم)	〃 ڈاکٹر عبدالعلیم نامی	
فارسی زبان و ادب	(رسالہ اردو کے مضامین کا انتخاب)	ترتیب :- پیر حسام الدین راشدی
انجمن کے فارسی و عربی مخطوطات	(اجمالی فہرست)	〃 سرفراز علی رضوی
مخطوطات انجمن (جلد دوم)	(اردو مخطوطات کی توضیحی فہرست)	〃 افسر امروہوی

اسٹوڈنٹس اسٹینڈرڈ انگریزی اردو ڈکشنری

کے

خاص ایڈیشن

کے چند

خصوصیات

- یہ لغت اہل علم کی ایک جماعت کے تعاون سے تیار ہوئی۔ اس لئے اس کی جامعیت، اور افادیت کو درجۂ استناد حاصل ہے۔

- اس میں انگریزی زبان کے تمام مروجہ الفاظ کے معانی دیئے گئے ہیں۔

- انگریزی الفاظ کے صرف اردو مترادفات درج کرنے پر ہی اکتفا نہیں کی گئی بلکہ ضروری جگہوں پر الفاظ کی تشریح بھی کی گئی ہے۔

- اس بات کا پورا اہتمام کیا گیا ہے کہ انگریزی محاورے یا روزمرہ کے لئے اردو محاورہ یا روزمرہ، انگریزی مثل کے لئے اردو مثل اس طرح درج کی جائے کہ انگریزی کا صحیح مفہوم پوری طرح ادا ہو جائے۔

- انگریزی الفاظ کے معانی کے نازک فرق بھی اردو مترادف الفاظ سے ظاہر کئے گئے ہیں۔ جن الفاظ کے مختلف اور متعدد معنی ہیں وہاں معانی کا نمبر شمار دیا گیا ہے تاکہ معانی کا امتیاز صاف طور پر نظر آسکے۔ ہر معنی کا فرق مثالیں دیکر واضح کیا گیا ہے۔

- باطنی حسن کے ساتھ صوری اعتبار سے بھی خاص ایڈیشن اپنی مثال آپ ہے۔ اسے اعلےٰ درجے کے بائیبل پیپر پر چھاپا گیا ہے۔ یہ کاغذ خاص طور پر اس ایڈیشن کے لئے درآمد کیا گیا ہے۔

یہ ایڈیشن
محدود تعداد میں شائع کیا گیا ہے اس لئے اپنا نسخہ
جلد از جلد حاصل کرلیں
ایک ساتھ دو نسخے منگوانے پر محصول ڈاک معاف